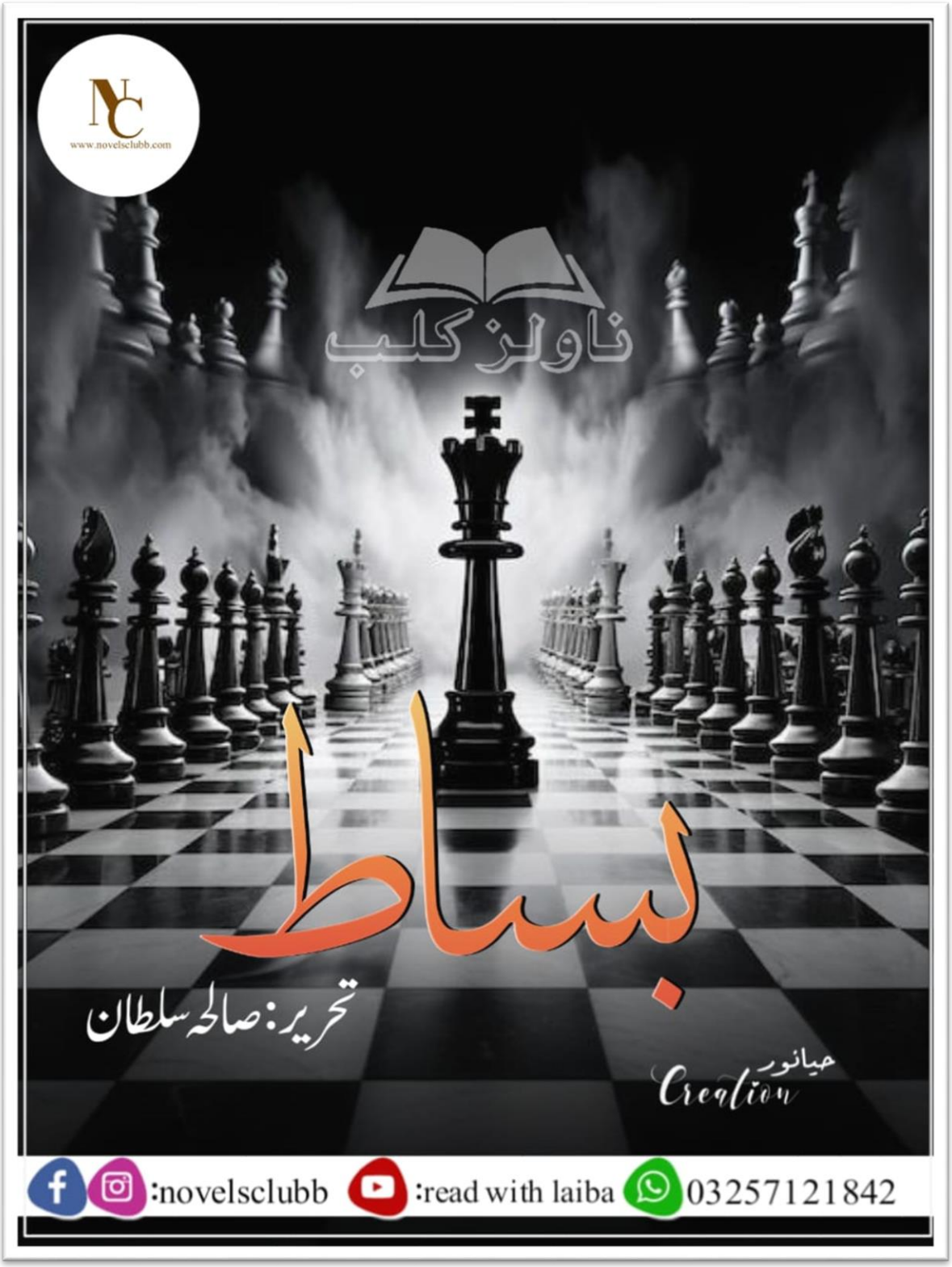
www.novelsclubb.com
ناولز کلب
بساط
تحریر: صالحہ سلطان
حیانور
Creation
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

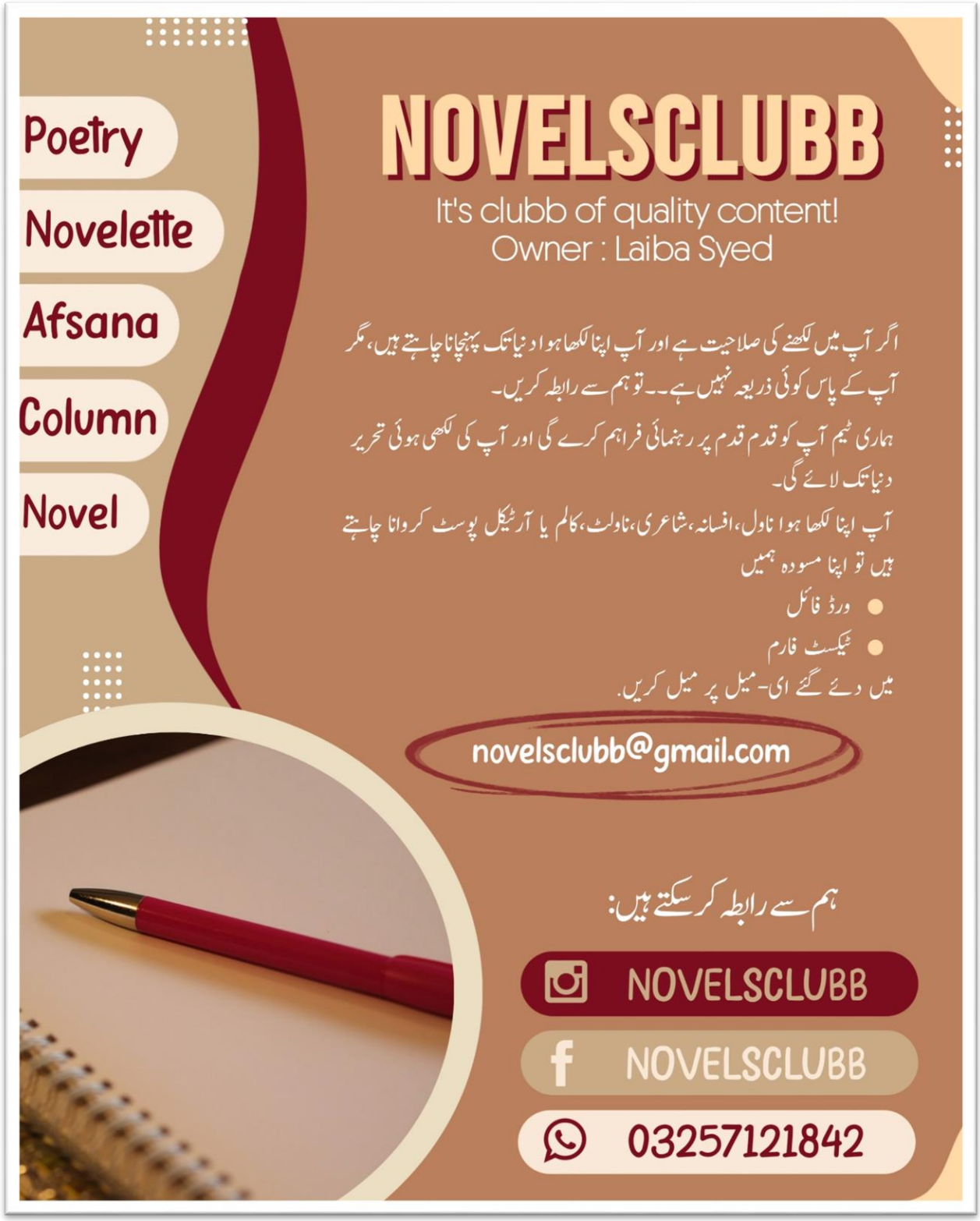
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

بساط

از قلم

صالحه سلطان

www.novelsclubb.com

قسط نمبر: ۵

مغرب باسی ہو چکی تھی۔پرندے اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے۔سڑکوں پر ٹریفک کا شور ویسے ہی اٹھ رہا تھا۔انسانوں کا آنا جانا اسی طرح لگا تھا۔کسی کو گھر جانے کی جلدی تھی تو کوئی گھر سے فرار کی راہ ڈھونڈ رہا تھا۔نوجوان نسل کا یہ گھر سے نکلنے کا وقت ہوا تھا۔رنگینیاں اپنے عروج پہ تھیں۔

اپنے اپارٹمنٹ کی ٹیرس میں کھڑا قاسم مرزا دہلی پہ اتری رات کو دیکھ رہا تھا۔جسم پہ لپٹی تازی پٹی میں وہ خاصہ کمزور نظر آ رہا تھا۔ہاتھ میں پکڑی اسٹک کے سہارے چلتا وہ ٹیرس میں رکھے صوفے پہ آ کر بیٹھا۔بیڈ سے یہاں تک آنے میں اس کا سانس پھول گیا تھا۔یہ فلموں میں ہی ہو سکتا ہے کہ ہیرو ہزار گولیاں کھا کے بھی ٹھیک ٹھاک قسم کی توانائی کا مظاہرہ کرے۔

لبوں میں دبا سگریٹ جلا کر وہ آنکھیں موند گیا تھا۔آج کل اس نے نامحسوس انداز میں دوسرا نشہ شروع کر دیا تھا۔

آنکھیں بند کرتے ہی ایک چہرہ سامنے آ گیا۔گہرے بھورے بالوں اور سیاہ آنکھوں والی مدیحہ فاروق کا چہرہ۔غیر ارادی طور پر اس کے لب مسکرائے اور ہاتھ سینے میں دھڑکتے دل پہ آ رکا۔

"بعض دفعہ بڑا بے بس کر دیتی ہو مدیحہ۔" وہ سگریٹ لبوں میں دبائے اٹھا۔اسٹک کے سہارے سے چلتا ہوا واپس اپنے کمرے میں آیا۔اب وہ ایک دراز کھولے کچھ کھنگال رہا تھا۔تھوڑی دیر مزید کچھ دراز کھنگالنے کے بعد اسے بالآخر کچھ سفید کپڑے میں لپٹا ہوا ملا۔

قاسم ایک گہرا کش لے کر بیڈ پہ بیٹھا۔وہ اب سفید کپڑا ہٹا رہا تھا۔اندر سے ایک سنہرا جھمکا نکلا۔قاسم مسکرایا پھر آہستگی سے اسے لبوں سے چھوا۔ساری تکلیفیں دور ہونے لگیں،سارے دکھ کہیں کھو سے گئے۔ایک سکون سارگوں میں محسوس ہوا۔اس نے ایک نظر اس جھمکے کو دیکھا ذہن ایک سال پیچھے چلا گیا۔

www.novelsclubb.com

قمقموں سے سجایا گیا وہ ہال جہاں شادی کی تقریب چل رہی تھی۔ یہ مدھیہ پردیش کا شہر جبلپور تھا۔ قاسم کے کسی دوست کی شادی تھی۔ بزی رہنے کے بعد بھی وہ وقت نکال کر یہاں آیا تھا۔ بارات آچکی تھی۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔ اونچے اٹھتے قہقہے، رنگوں میں بکھرے لوگ۔ وہ سیاہ شرٹ پہ سرمئی پینٹ پہنے ہوئے تھا۔ شرٹ کی آستینوں کو فولڈ کیے ایک الگ تھلگ کونے میں کھڑا کال پہ مصروف تھا۔

قاسم نے غیر ارادی طور پر کال پہ جواب دیتے ہوئے ایک نگاہ سیڑھیوں پہ ڈالی۔ آنکھیں پلٹنا بھول گئیں۔ وہ ساکت رہ گیا۔ سرخ رنگ کی ساڑھی میں ملبوس وہ جھنجھلا کر ساتھ کھڑی لڑکی سے کچھ کہہ رہی تھی۔ بھورے رنگ کے چھوٹے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنایا تھا۔ جس میں سے کچھ لٹیں نکل کر اس کے رخساروں کو چھو رہی تھی۔ مناسب میک اپ میں وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ قاسم کو وہ ہمیشہ ہی بہت حسین لگتی تھی۔

www.novelsclubb.com

میکانکی انداز میں اس کے قدم بڑھے۔کان سے لگا موبائل جیب میں کب گیا اسے نہیں معلوم۔ وہ بھرپور قدم اٹھاتا اس تک گیا۔مدیحہ اس کی طرح اسے دیکھ کر ساکت نہیں ہوئی۔اسے پتہ تھا قاسم کے دوست کی شادی ہے وہ ضرور موجود ہوگا۔

"کیا ہوا؟" وہ اس کے تپی ہوئی شکل دیکھ کر بولا۔مدیحہ کے ساتھ کھڑی لڑکی منہ کھولے اس ہینڈسم اور اونچے مرد کو دیکھ رہی تھی۔جو دنیا سے بے نیاز سرخ ساڑھی میں ملبوس اس عورت کو دیکھے جا رہا تھا۔اس دنیا میں محبت کے جتنے بھی رنگ تھی وہ قاسم کے چہرے پہ دیکھے جا سکتے تھے۔مدیحہ ان سب سے بے نیاز غصے سے بھری کھڑی تھی۔

"یہ جھمکا یار۔ایک تو اس کا وزن اتنا زیادہ ہے۔اوپر سے دوسرا مجھ سے کھو گیا۔اب کیا کروں؟" وہ جھمکا دکھاتے ہوئے کچھ اداسی اور جھنجھلاہٹ سے بولی۔قاسم نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

"اتنی سی بات؟" قاسم نے اس کے ہاتھ سے جھمکا لے کر اپنی جیب میں رکھا۔وہ اب اس کے بالوں کا جوڑا کھول رہا تھا۔ریشمی بال لہراتے ہوئے کچھ پشت پہ کچھ سینے پہ پھیل گئے۔ان کی

www.novelsclubb.com

لمبائی زیادہ نہ تھی۔وہ مشکل سے ہی اس کے سینے تک آرہے تھے۔مگر اس کے کان چھپ گئے تھے۔

مدیحہ نے بالوں کو کان کے پیچھے کرنا چاہا جب قاسم نے نفی میں سر ہلایا۔اس نے اپنا ہاتھ روک دیا۔وہ دھیرے سے ہنس دی۔دو قدم پیچھے ہٹ کر وہ اسے اپنی تیاری دکھا رہی تھی۔شیفون کی ساڑھی اس کی دودھیا رنگت پہ خوب کھل رہی تھی۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟"

"جیسی ہو ویسی ہی لگو گی ناں۔عجیب" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔جواباً وہ کچھ کڑواسا بولی۔دونوں کی نوک جھوک شروع ہو گئی تھی۔

"میری تصویریں اتارو۔" وہ ایک ادا سے کہتی مختلف پوز دے رہی تھی۔قاسم اس کی تصویریں کھینچ رہا تھا۔تصویریں پسند نہ آئیں تو وہ خوبصورت عورت ہاتھوں کو حرکت دیتی کچھ جھنجھلا کر بول رہی تھی اور ساتھ کھڑا مرد ہنس رہا تھا۔ایک مکمل منظر۔

مدیحہ کے ساتھ کھڑی لڑکی جا چکی تھی۔اب وہ انہیں نیچے لان سے دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ اس کا ہاتھ پکڑے اسٹیج پہ لے آئی تھی۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ وہ لڑکا جو قاسم کا دوست تھا وہ مدیحہ کا پرانا کلاس فیلو بھی تھا۔

موبائل پر کوئی نوٹیفکیشن آیا تو واپس حال میں لوٹا۔ جھمکے کو پوری طرح اپنے ہاتھوں میں محسوس کر کے اس نے واپس اسے اس کپڑے میں لپٹا پھر کسی قیمتی متاع کی طرح اسے الماری میں رکھ دیا۔ باہر رات دھیرے دھیرے بکھر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ مدیحہ نے ایک بار بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا موبائل بجا۔ نادر کا نمبر دیکھ کر کبیر نے کال اٹھائی مگر یہاں سگنل نہیں آ رہے تھے۔ اس کے ماتھے پہ بل پڑے۔

"سگنل آ رہے؟" اس سے پوچھا جو رخ موڑے بیٹھی تھی۔

"نہیں۔" کبیر نے گاڑی سائیڈ پہ کھڑی کی۔ وہ سیٹ بیلٹ ہٹاتا باہر نکلا۔

www.novelsclubb.com

"آپ اندر رہی رہیں میں آتا ہوں۔" مدیحہ نے تابعداری سے سر ہلایا پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ کبیر نے بس ایک تاسف بھری نگاہ اس پہ ڈالی۔ دوسری طرف سگنل آرہا تھا وہ وہیں کھڑا نادر سے بات کرنے لگا۔

سرد ہوائیں جسم کو چھو کر گزرتی بھلی محسوس ہو رہی تھیں۔ مدیحہ کو ایک دم ہی ٹھنڈ کا احساس ہوا۔ اس نے اپنے بازو اپنے گرد لپیٹ لیے۔ وہ پاؤں سے ایک پتھر مار رہی تھی۔ دفعتاً اسے سڑک کی دوسری طرف کچھ چمکتا ہوا دکھا۔ اس کی پیشانی پہ بل پڑے۔ وہ قدم قدم چلتی اس کے پاس گئی پھر پنجوں کے بل زمین پہ بیٹھی۔ وہ ایک سیاہ لمبا سانپ تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ تمہیں تو میری آستین میں ہونا چاہیے۔" اس نے ایک گہری سانس لی۔ سانپ اسے دیکھ کر دوسری جانب رینگنے لگا۔

"آستین میں رہے گا تو فوت نہ ہو جائے گا۔ اس کو ہاتھ مت لگایئے گا۔ کہیں مر نہ جائے آپ کے لمس سے، اتنا زہر تو وہ بھی برداشت نہیں کر سکے گا بے چارہ۔" وہ ہنسی ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"تم بھی تو آستین کے سانپ ہی تھے۔ تم تو نہیں مرے۔ یہ بھی نہیں مرے گا۔"

www.novelsclubb.com

"میرے جتنی طاقت کہاں ہے اس میں میڈم۔ہر کسی میں اتنے گٹس نہیں کہ آپ کا زہر پی جائے اور زندہ بھی بچ جائے۔"

مدیحہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔جینز کے جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا جب اس کی آنکھیں ساکت ہو گئیں۔گلے میں گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی۔یہ وہی بوٹس تھے۔بھورے بوٹس۔بالکل ایک جیسے۔ایسا کیسے ممکن تھا؟ مدیحہ کا چہرہ کسی لٹھے کی مانند سفید ہوا۔

وہ اسے پرے دھکیل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔کبیر نے گڑبڑا کر اسے دیکھا۔جس کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی تھی۔مدیحہ نے بغیر کچھ کہے اس کے چہرے پہ تھپڑ مارا۔وقت تھم گیا۔

www.novelsclubb.com

کبیر شل رہ گیا۔وہ شاکڈ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"مدیحہ کیا بکواس ہے یہ؟"اس کا فضا میں اٹھا ہاتھ روک کر اس نے پوچھا۔وہ جواباً کچھ نہ بولی، بس اپنی پوری طاقت سے اسے ایک اور تھپڑ مارا۔

"میری آفس میں گھسنے والے تم تھے۔ کتنی آسانی سے بے وقوف بن گئی میں۔ یہ کیوں نہیں سوچا کہ وہ تم بھی ہو سکتے ہو۔ تم نے ایک بار پھر مجھے دھوکہ دیا ہے کبیر مراد۔ جہنم میں جاؤ تم۔ مر جاؤ تم۔ پہلے میری آفس میں خدا جانے کس نیت سے گھسے میری گردن پر گن رکھی اور پھر میرے سامنے اداکاری کر کے مجھے گھر ڈراپ کرنے جا رہے ہو تم۔" وہ اس کے سینے پہ مکے مارتی چیخ رہی تھی۔ کبیر نے اس دفعہ اس کا ہاتھ نہیں روکا۔

"تم دھوکے باز تھے اور ہمیشہ رہو گے۔" وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔ آنکھیں سرد تھیں، لہجہ بکھرا ہوا۔ کبیر چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔ اس کے مکے کھاتا رہا۔ وہ ایک قدم آگے آئی۔

"تمہارے خون میں غداری شامل ہے۔ تمہارے خون میں دھوکہ ہے۔ تم یہ ثابت کر دیتے ہو کہ تمہاری رگوں میں تمہارے باپ کا خون دوڑ رہا ہے۔" وہ اس کے سینے پہ انگلی سے دستک دے کر بولی۔ کبیر نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ چہرہ سرخ ہوا۔ کنپٹی کی رگیں تن گئیں۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر نہیں کہہ سکا۔

"اندر بیٹھیں۔" وہ دروازہ کھول کر بولا۔ مدیحہ نے کچھ کہنا چاہا۔ "چپ رہ کر اندر بیٹھیں۔"

www.novelsclubb.com

رعب تھا یا کیا مدیحہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔وہ گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔

چند لمحوں کے بعد وہ مدیحہ کی آفس کے باہر کھڑے تھے۔مگر وہ اسے وہاں نہیں لے کر آیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ والی بلڈنگ کے اندر جا رہا تھا۔مدیحہ اس کی پیروی کر رہی تھی۔بلڈنگ میں موجود افراد تھے ادب سے اٹھ کھڑے ہوئے۔کچھ اس سے مصافحہ کر رہے تھے۔ایک کونے میں کبیر کے گارڈز کھڑے تھے۔مدیحہ نے حیرت سے اس کے گارڈز کو دیکھا۔وہ یہاں کیا کر رہے تھے؟

"مجھے آپ کے کنٹرول روم میں جانا ہے۔ابھی دو گھنٹے پہلے کی فوٹیج دیکھنے کے لیے۔"وہ بڑے سلیقے سے مسکراتے ہوئے بولا۔یہ بہت کانفڈینشیل فوٹیج ہوتی ہیں مگر کبیر مراد کو کون انکار کر سکتا ہے؟

"شیور سر۔کوئی اور خدمت جو ہم سکتے ہوں آپ کی؟"وہ سوٹڈ بوٹڈ آدمی غالباً وہاں کا مینیجر تھا۔ کبیر نے نفی میں سر ہلایا۔وہ اب بت بنی مدیحہ کی جانب گھوما۔اسے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔وہ مرے مرے سے قدم اٹھاتی اس کے پیچھے گئی۔کچھ منٹ بعد وہ ایک سکرین پہ جھکا تھا۔اس کے

www.novelsclubb.com

ساتھ کھڑا نوجوان اسے مختلف مناظر دکھا رہا تھا۔ایک جگہ کبیر نے اسے پاز کا اشارہ کیا۔مدیحہ کی طرف مڑا تو وہ ایک قدم آگے آئی۔

جس وقت اس پہ کسی نے ریوالور رکھی تھی۔اس وقت کبیر یہاں کانفرنس روم میں بیٹھا تھا۔ جس وقت وہ باہر بھاگ رہی تھی اس وقت کبیر کال پہ بات کر رہا تھا۔مدیحہ کو سانس لینے میں دشواری ہوئی۔

کبیر اس نوجوان سے مل رہا تھا۔اس نے مضبوطی سے مدیحہ کا ہاتھ تھاما پھر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ گاڑی کے پاس پہنچ کر وہ دھیرے سے بولا۔

"جس وقت آپ اپنے آفس میں کسی کی موجودگی محسوس کر رہی تھیں میں یہاں بیٹھا جھک مار رہا تھا۔" وہ کچھ نہیں بولی۔وہ کار کے دروازے سے لگی کھڑی تھی۔کبیر ایک قدم اس کے قریب آیا۔

"آپ کو جس کسی بھی اجنبی انسان پہ شک ہو گا آپ اسے تھپڑ مارنا شروع کر دیں گی؟سیریسلی؟ میں کہیں بھی چوری چھپے گھسنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" وہ ایک قدم مزید اس کے قریب

آیا۔وہ اس پہ چیخ نہیں رہا تھا۔نہ ہی وہ بد تمیزی کر رہا تھا بس اس کا لہجہ مضبوط تھا۔مدیحہ اس کی گرم کھولتی ہوئی سانسیں آسانی سے محسوس کر سکتی تھی۔

"I am not a criminal...madam...journalist"

اس نے ایک ایک لفظ رک رک کر ادا کیا۔مدیحہ کے لب کسی بچے کی طرح پھڑ پھڑائے۔کبیر نرم پڑ گیا۔

"بیٹھ جائیں گھر چھوڑ دوں۔جو آسانی سے آفس میں گھس سکتا ہے۔اسے راستہ روکنے میں کتنا وقت لگے گا؟"

وہ اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔وہ بھی نہیں بول رہی تھی۔وہ دونوں چپ تھے جیسے قوت گویائی سلب کر لی گئی ہو۔اسے گھر ڈراپ کرنے تک وہ کچھ نہیں بولا۔وہ دروازہ کھول کر باہر نکل رہی تھی جب اس کی آواز آئی۔

"دھوکہ فریب جو بھی میں نے آپ کو دیا۔وہ میری اپنی مرضی تھی۔جس کا خون میری رگوں میں دوڑ رہا تھا اس نے مجھے مجبور نہیں کیا تھا اس پر۔آپ کے پاؤں پہ زخم آیا ہے۔"وہ رکا اس

نے لفظ جوڑے پھر مدیحہ کو بغیر دیکھے بہت دھیرے سے کہا۔"شاید زخم کافی گہرا ہے،خون اب تک رس رہا ہے۔مرہم لگا لیجئے گا۔"

وہ اس کی طرف مرہم بڑھائے ہوئے تھا۔مدیحہ نے سانس روک کر اس کی بات سنی۔پلٹ کر اسے نہیں دیکھا۔وہ کس زخم کی بات کر رہا تھا؟ایک لمحے کے لیے اس نے چاہا کہ وہ ان زخموں کا بھی مرہم مانگ لے جو نظر نہیں آتے تھے مگر تکلیف بہت دیتے تھے۔

"اپنے درعمل کی معافی نہیں مانگیں گی؟"وہ اتنا بول کیوں رہا تھا؟وہ پلٹی۔ابرو اٹھائے۔

"مجھے معافی مانگنے کی ضرورت ہے کبیر مراد؟"دھڑکتے دل سے پوچھا۔حالانکہ دل ابھی تک اس'اجنبی'لفظ پہ رکا ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

کبیر نے نفی میں سر ہلایا۔"گھر جا کر سو جائیں۔"

وہ چلی گئی اور کبیر وہیں سر جھکائے بیٹھا رہا۔اس عورت کا وہ کیا کرے؟گال ابھی تک سن تھا۔ہیں تو اتنی کمزور سی اور طاقت استغفراللہ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مراد خان کا وہ عالیشان محل خاموش تھا۔اداس تھا۔ملازمین اپنے کاموں میں مصروف تھے۔آج اس سفید محل کی بتیاں بھی زیادہ روشن نہ تھیں۔

دوسری منزل پہ بنے ایک کمرے میں جاؤ تو اپنے کمرے میں کھڑی ہانیہ اپنے بالوں کو سلجھا رہی تھی۔رنگت زرد پڑ گئی تھی۔آنکھوں میں عجیب سا سوگ تھا۔انہیں یہاں آئے آج دو ہفتے ہو گئے تھے۔اس وقت میں نہ تو ایان نے ان کی حال خبر لی نہ اس کا کچھ پتہ ملا۔

وہ ایک گہری سانس لے کر واپس بیڈ پہ آئی۔سلکی بال لہرا رہے تھے۔مراد محل کا یہ سب سے خوبصورت سا کمرہ تھا۔نہ زیادہ بڑا نہ چھوٹا۔بیڈ کے سامنے والی دیوار پہ ڈھیروں تصاویر لگی تھیں۔ہانیہ کے کالج ٹائم سے لے کر ہانیہ کے بچوں کی تصاویر۔وہ آسودگی سے مسکرا دی۔ایک لمبی مسافت طے کر آئی تھی وہ۔

اس نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھی اپنی رپورٹ اٹھائی۔دل تھوڑا سا لرزا مگر اسے مایوس نہیں ہونا تھا۔

جس دن وہ دہلی آئے تھے۔اس کے اگلے دن وہ آسیہ کے ساتھ ہاسپٹل گئی تھی۔اسے اس سے پہلے ایسا درد نہیں محسوس ہوا تھا،چوٹیں آنے کے باعث اسے درد ہو رہا تھا۔مگر ڈاکٹر نے اس کی

www.novelsclubb.com

رپورٹ دیکھ کر مزید ٹیسٹ کروائے تھے۔ کئی گھنٹے وہاں بتانے کے بعد اسے جو خبر سنائی گئی۔ اس کے بعد وہ کیسے اتنی آسانی سے سانس لے رہی تھی۔

"آپ کب سے یہ پلز لے رہی تھیں؟ آئی ایم سوری آپ اب کبھی ماں نہیں بن سکیں گی۔ چانسز بہت کم ہیں۔ پریگننسی کا مطلب موت ہو گا آپ کے لیے اب۔" ڈاکٹر اسے ڈپٹ رہی تھی اور اسے خبر بھی نہیں تھی کہ وہ ایک ڈیڑھ سال سے یہ کیسے یہ دوا لے سکتی ہے؟ پہلی پریگننسی میں پہلے ہی کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اب یہ۔

اس واقعے کے بعد اسے ایک الگ چپ لگی تھی۔ یاشم کو ڈینگی ہوا تھا اور وہ اسے کون سی دوا دیتی رہی تھی؟ ایک ڈاکٹر ہو کر اس سے کیسے ایسی غلطی ہو سکتی ہے؟ کیسے اسے علامات نہیں دکھے؟ اس کا بچہ دو دن پہلے ہاسپٹل سے واپس آیا تھا۔

اس نے گہری سانس لی۔ کبیر اب تک اس سے نہیں ملا تھا۔ ناراض تھا۔ یا شاید اسے کمفرٹیبل ہونے کا وقت دے رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

ایک غلط آدمی۔ایک ان چاہا رشتہ اس کو کس طرح تباہ کر گیا تھا؟ بزنس ڈیل۔ہانیہ ہنس دی۔ اسے قدیم وقتوں کی شہزادیاں یاد آئیں۔اسی طرح انہیں بھی قربان کیا جاتا تھا۔

وہ بالوں کو اب جوڑے میں لپیٹ رہی تھی۔ بازو اوپر کرنے میں اب بھی تکلیف ہو رہی تھی۔ چہرے کے نیل پہلے سے کچھ کم ہو گئے تھے۔نوالا چبانے پر جبڑے اب بھی دُکھ رہے تھے۔کچھ زخموں کو وہ کنسیلر سے چھپا لیا کرتی تھی۔میک اپ بھی کبھی کبھی نعمت محسوس ہوتا ہے۔

وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔ حسب معمول آسیہ ڈائیننگ ٹیبل پہ بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔ سربراہی کرسی آج بھی خالی تھی۔کبیر گھر میں ہوتا نہیں تھا،اگر رہتا بھی تو کھانا اپنے کمرے میں ہی کھا لیا کرتا تھا۔ان دونوں میں سے کوئی بھی سربراہی کرسی پہ نہیں بیٹھتا تھا۔خدا جانے کس کا انتظار تھا انہیں۔خدا جانے کس کے لیے وہ کرسی چھوڑی گئی تھی۔

"اچھے سے نیند آئی بیٹا؟" وہ اسے دیکھ کر بولیں۔ہانیہ نے سر اثبات میں ہلایا۔

www.novelsclubb.com

"بچوں نے ناشتہ کر لیا؟" اس نے بغیر مسکرائے پوچھا۔ مراد محل کی روشنیاں بھی عجیب سوگوار سی محسوس ہو رہی تھیں۔ ایک وہ اداس تھی تو لگتا تھا ساری دنیا اداس ہے۔

"ان کی ٹیوٹر آ چکی ہے۔ وہ وہیں مصروف ہیں۔ اگلے ہفتے امتحانات ہیں ان کے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ نادرا انہیں واپس ممبئی لے جائے گا۔ وہاں سے معاملات کلئیر ہو جائیں پھر یہیں دہلی میں ایڈمشن ہو جائے گا دونوں کا۔" وہ چپ چاپ سن رہی تھی۔ ساتھ ملازمہ کھڑی چائے بنا رہی تھی اس کے لیے۔

"میں بھی اسی بارے میں سوچ رہی تھی کہ کہیں پورا سال نہ ضائع ہو جائے۔"

"بے فکر ہو جاؤ۔ ہم سب دیکھ لیں گے۔" انہوں نے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ کچھ نہیں بولی۔ وہ بس چائے کے کپ سے اڑتی بھاپ کو دیکھ رہی تھی۔

"اس گھر میں کتنی خاموشی اور ویرانی ہے آنٹی۔ تنہا رہ کر آپ کو گھٹن کا احساس نہیں ہوتا؟"

"عادت ہے۔ اب لوگوں کے ساتھ رہ کر گھٹن کا احساس ہوتا ہے۔ اسی خاموشی کی عادت تمہیں بھی ہے۔ تنہائی تم نے بھی کاٹی ہے۔ ہم دونوں الگ کہاں ہے؟"

"میرے گھر میں میرے ساتھ میرا شوہر نہیں ہوتا تھا۔میرے بچے میرے ساتھ ہوتے تھے۔ آپ سے ایک قدم تو آگے ہوں میں۔آپ کا بیٹا آپ کے ساتھ نہیں۔آپ کو زیادہ تنہائی ملی ہے۔"وہ نرمی سے مسکرادیں۔ہانیہ ان پہ طنز نہیں کر رہی تھی۔

"آپ کو احساس دلا رہی ہوں کہ کبیر کو واپس لے آئیں۔آپ کو اپنے بیٹے کی ضرورت ہے۔ اسے آپ کی ضرورت ہے۔ایک دوسرے سے منہ موڑنے کا کیا فائدہ؟"

"واپس لے آتی اگر وہ پہلے میرے ساتھ ہوتا۔یہ تو خیر ایک لمبی داستان ہے۔"مطلب صاف تھا وہ بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی ہیں۔

"آگے کیا سوچا ہے آپ نے؟"انہوں نے چائے کا کپ رکھ دیا تھا۔

"کچھ نہیں۔"

"تو پھر سوچیں۔اس گھر میں صرف ایک آسیہ رہے گی۔آپ دوسری بننے کی کوشش مت کریں۔"ان کا لہجہ تھا یا کیا۔ہانیہ کی انگلیاں لرز گئیں۔اس نے بے اختیار ہی انہیں دیکھا۔

"ایک اور آسیہ نہیں۔آپ میں مجھے اپنا عکس نظر آتا ہے۔میں چاہتی ہوں آپ دوبارہ سے اپنی جاب شروع کر دیں۔میں نے ایک ہاسپٹل میں بات کر لی ہے۔آپ اگلے ہفتے سے وہیں جوائن کر رہی ہیں۔آپ کے زخموں کے بھرنے کا انتظار تھا مجھے۔اب تو تقریباً سب ہی ٹھیک ہو گئے ہیں۔" ہانیہ بس انہیں دیکھ رہی تھی۔سانس لیے بغیر۔چپ چاپ۔ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھیں وہ۔ہانیہ ان کا ہی عکس تھی۔

"شادی ہوئی تو مجھے شوہر اور سسرال والوں کی طرف سے کسی نے نہیں کہا کہ میں اپنی جاب چھوڑ دوں۔مگر میں ایک اچھی شادی نبھانے کی چاہ رکھتی تھی۔میں نے جاب چھوڑ دی۔اب احساس ہوتا ہے مجھے میری جاب نے چھوڑ دیا۔میں عدالت میں بولنا شروع کرتی تو ایک دنیا تھی جو میری بات سنتی تھی۔اب مجھے اپنی آواز سنے کئی روز گزر جاتے ہیں۔" ہانیہ کا ناشتہ مکمل ہو چکا تھا وہ کرسی چھوڑ کر اٹھیں۔ہانیہ ان کے پیچھے چل پڑی۔اپنے وقت کی وہ ایک معزز وکیل ہوا کرتی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"میں غلط تھی۔مجھے لگتا تھا جاب کرنے والی لڑکیوں کی شادی اچھی نہیں ہوتی۔وہ ایک اچھی بیوی ثابت نہیں ہوتی۔ایک اچھی ماں نہیں بن سکتیں۔وہ بچوں کی تربیت پہ دھیان نہیں دے سکتیں۔چھوڑ دی میں نے جاب۔بالکل ایسا ہی کچھ تو آپ بھی سوچتی ہیں۔پھر دیکھیں کیا ہوا۔" وہ رکیں۔اس کی طرف گھومیں۔پھر ہنسنے لگیں۔

"پھر دیکھیں مجھے میرے شوہر نے بھی چھوڑا۔بچے نے بھی چھوڑ دیا۔میں غلط تھی۔جاب کرنے والی لڑکیوں کی بھی شادی ٹوٹ جاتی ہے۔نہ کرنے والی لڑکیوں کی بھی۔شادی جاب نہیں خراب کرتی انسان خود کرتے ہیں۔"

"آپ نے صرف جاب نہیں چھوڑی آنٹی بہت کچھ چھوڑا ہے۔" وہ دونوں ان کے کمرے میں داخل ہو گئیں۔ایک لمحے کے لیے آسیہ رک گئیں۔

"یہ بھی ایک لمبی داستان ہے پھر کبھی سہی۔مجھے میرے شوہر نے چھوڑا تب بھی میں نے اپنے شوہر کو چنا۔میں نے سب بھول کر ان کا انتظار چنا۔اپنی وفائیں نبھائی۔میں خود سے وفا نبھانا بھول گئی۔خود کو چننا بھول گئی۔میں چاہتی ہوں کہ تم خود کو چنو۔تمہارے پاس بہت سے اثاثے

www.novelsclubb.com

ہیں۔میرے پاس نہیں تھے۔میرے پاس میرا بچہ نہیں تھا۔تم ایک نئی زندگی کی طرف بڑھو ہانیہ۔ایک نئی زندگی تمہاری تلاش میں ہے۔تمہاری راہ تک رہی ہے۔"انہوں نے کچھ کاغذات اس کی طرف بڑھائے۔

"یہ گھر تمہارے حصے میں آیا تھا۔کبیر نے اسے ایک بنگلے میں تبدیل کر دیا ہے۔تمہارے لیے بہت سی آسانیاں چنی ہے اس نے۔اسے یقین تھا کہ ایک مدت کے بعد ایان تمہیں یا تم ایان کو چھوڑ دو گی۔پھر اس وقت تمہارے پاس کچھ ہونا چاہیے۔وہ کبھی کچھ نہیں کہے گا بیٹا۔بھائی چاہتا ہے کہ تم سوگ منانا بند کرو۔کوئی مر جائے تو صرف تین دن سوگ مناتے ہیں۔تمہارے کافی دن ہو گئے سوگ کے۔حالانکہ تمہارے کیس میں تمہیں ایک نئی شروعات ملی ہے۔زندگی ملی ہے۔موت تم خود چن رہی ہو۔بالکل میری طرح۔اپنے بچوں کے لیے کرو یہ۔دوسری آسیہ مراد بن کے دو اور کبیر مراد مت تیار کرو۔"ہانیہ نے کچھ بھی کہے بغیر ان پیپرز کو تھام لیا۔اسے اپنے سینے سے لگایا۔کبیر کی محبت کو سینے سے لگایا۔

www.novelsclubb.com

"ہمت کرو۔دنیا کا سامنا کرو۔ہم ہمیشہ تمہارے ساتھ کھڑے رہیں گے مگر تمہارے دادا کہتے تھے کہ پہلا قدم تمہیں اٹھانا ہے۔جب تک تم آگے بڑھنے کے بارے میں نہیں سوچو گی ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔" وہ اس کے گال پہ ہاتھ رکھ کر بولیں۔ہانیہ کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہے۔کیا بولے۔اس کے باپ کو بھائیوں کو خبر بھی نہیں وہ کس حال میں ہے اور یہاں کبیر نے اس کے لیے کیا کیا کر رکھا تھا۔خدا تمہارے جیسا بھائی ہر کسی کو دے۔اس نے دل سے دعا کی۔

اسے نا تو بینک اکاؤنٹ میں بھرے گئے نوٹوں کی ضرورت تھی نا ہی کھوکھلے مکانوں کی۔اسے مورل سپورٹ کی ضرورت تھی۔کبیر نے ناراض ہو کر اسے بہت کچھ دیا مگر وہ نہیں جو اسے چاہیے تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں یہ گھر یہ دولت نہیں چاہتی آنٹی۔میں بس ایک پر سکون زندگی چاہتی ہوں۔میں بس یہ چاہتی ہوں کہ جب میں دن بھر کی تھکی واپس اپنے گھر جاؤں۔اپنے کمرے میں جاؤں۔اپنے بستر پہ لیٹوں تو کوئی ساتھ ہو۔کسی کا کندھا میسر ہو جس پہ سر رکھ کر میں اپنی تھکن اتار دوں۔جس سے میں بغیر یہ سوچے سب کہہ سکوں کہ وہ مجھے جج نہیں کرے گا۔کچھ اس کی سن لوں،

کچھ اپنی کہہ لوں۔کیا زندگی سے یہ مانگنا غلط ہے؟"اس کی آنکھیں نم ہوئیں۔آسیہ نے اسے صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔

"کچھ غلط نہیں ہے۔نہ شادی غلط ہے۔نہ ایسی خواہشات۔غلط کبھی کبھی ہم خود ہوتے ہیں۔کبھی ہمارا پارٹنر۔تم بتاؤ ہانیہ تم نے اپنی شادی میں کون سی غلطیاں کیں؟"

وہ اس سے پوچھ رہی تھیں اور وہ انہیں دیکھ رہی تھی۔وہ جج نہیں کریں گی۔ان کے سامنے اعتراف کرنا آسان تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریک کمرے میں بیٹھی رابیل چیئر پہ جھول رہی تھی۔سامنے رکھے لیپ ٹاپ کی روشنی اس کے چہرے پہ پڑ رہی تھی۔بغیر میک اپ کا دھلا دھلایا چہرہ خوبصورت لگ رہا تھا ہمیشہ کی طرح۔آنکھیں بند کیے وہ موبائل سے نکلتی آواز سن رہی تھی۔

"مدیحہ فاروق۔"نام سن کر وہ بڑبڑائی پھر سامنے سکرین پہ نظر ڈالی جہاں اس کا ہنستا مسکراتا چہرہ نظر آرہا تھا۔تصویر ڈور سے زوم کر کے لی گئی تھی۔وہ حسب عادت سلک کی ساڑھی میں ملبوس

تھی۔ چہرے پہ کیا گیا ہلکا پھلکا سا میک اپ اسے مزید حسین بنا رہا تھا۔ سیاہ آنکھیں دھوپ کے باعث چھوٹی ہو گئی تھیں۔ گہرے بھورے بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔ وہ کسی مصور کی بنائی سب سے حسین اور دلکش تصویر تھی۔

"مدیحہ فاروق جرنلسٹ ہے۔ باپ کسی حادثے میں مر گیا تھا لیکن اڑتی ہوئی خبر ہے کہ مار دیا گیا تھا اسے۔ گولف لنکس میں ایک شاندار بنگلہ ہے اس کا۔ جس میں وہ اپنے بھائی کے ساتھ رہتی ہے۔ باپ کے مرنے کے ایک سال بعد وہ دہلی سے کسی اور شہری چلی گئی تھی، تقریباً انیس بیس سال کی عمر میں پھر بائیس سال کی عمر سے ایک اخبار میں چھوٹی موٹی سی نوکری کرنے لگی۔ اب مدیحہ فاروق صرف ایک جرنلسٹ نہیں ہے۔ ایک نام ہے، جو جانا جاتا ہے۔" موبائل سپیکر سے کسی مرد کی پرجوش سی آواز آ رہی تھی۔ وہ اپنی تحقیقات پہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ مدیحہ فاروق کی ہر چھوٹی بڑی ڈیٹیل اس کے پاس موجود تھیں جو دوسرا کوئی نہیں جانتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم اس کی تعریف کر چکے ہو تو آگے بتاؤ وہ کبیر کے ساتھ کیوں نظر آ رہی ہے؟ اتنے سالوں میں کوئی ایک عورت اس کے ساتھ نہیں نظر آئی تو پھر یہ کون ہے؟" رابیل نے اس کی بات کاٹی۔

سکرین پہ اب دوسری تصاویر نظر آ رہی تھی۔ کسی تصویر میں مدیحہ فاروق برستی بارش میں کبیر کے بازوؤں میں بے ہوش گری تھی۔ کسی تصویر میں وہ کبیر کی گاڑی میں بیٹھی نظر آ رہی تھی۔ ایک جگہ وہ دونوں ریستوران میں بیٹھے تھے، مدیحہ انگلی اٹھا کر اسے وارن کر رہی ہے اور وہ ہنس رہا تھا۔ دوسری تصویر سامنے آئی کبیر مراد اس کے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ اسے گھر ڈراپ کر رہا تھا۔ وہ اس کی مار کھا رہا تھا۔ وہ زخمی مدیحہ کو بانہوں میں بھرے ہاسپٹل کے زینوں پہ کھڑا تھا۔ دونوں کسی بات پہ ہنس رہے تھے تو کبھی وہ ناراض ناراض سے منہ پھلائے ہوئے تھی اور وہ اس سے کچھ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

حسد، جلن، بے بسی کے مارے اس کا چہرہ سرخ ہوا۔

www.novelsclubb.com

"یہ تو نہیں معلوم ہو سکا ہاں مگر جس چینل میں یہ کام کرتی ہے چند ہفتے پہلے کبیر سروہ خرید چکے ہیں۔آج کل ساتھ میں بھی اس لیے ہی نظر آتے ہیں کہ وہ باس ہیں اور یہ ایمپلائے۔"

"مالک اور ملازم کا تعلق اس نوعیت کا ہوتا ہے؟ حیرت ہے۔اس کے علاوہ جو کچھ تم مجھے بتا سکتے ہو۔وہ بتاؤ۔"اس نے اپنی گردن پہ اپنے ناخن رگڑے۔اس کا دماغ گھوم رہا تھا۔کنپٹی کی رگیں تن رہی تھیں۔

"اس کے علاوہ سب کچھ بلینک ہے۔اب تک ایک چالان بھی نہیں کٹی ہے اس بندی کی۔بہت قابل اور ایماندار مانی جاتی ہے۔بڑے بڑے لوگ ڈرتے ہیں اس سے۔سرکاروں کو ہلا کر رکھ دیتی ہے یہ عورت۔خیر مجھے جیسے ہی کچھ خبر ملتی ہے میں آپ کو ضرور اطلاع دوں گا۔"

www.novelsclubb.com

رابیل نے کچھ بھی کہے بغیر کال کاٹ دی۔اس نے گہری سانس لی مگر اضطراب تھا کہ کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

اسے اڈوانی کی پارٹی یاد آئی۔اسے وہ بنارسی ساڑھی میں ملبوس لڑکی یاد آئی۔اس لڑکی کو دیکھ کر کبیر کا ٹھٹھک جانا یاد آیا۔اس کے چہرے کی رنگت تبدیل ہونا یاد آیا۔

وہ صرف ایمپلائز میں سے ایک ہے۔اس نے خود کو تسلی دی مگر ابال مارتے خون کو راحت نہ ملی۔

"میرے سارے شوٹس فی الحال کے لیے روک دو اور جو پہلی فلائٹ دہلی کے لیے جاتی ہو وہ بک کر دو۔"اس نے لرزتی آواز میں بامشکل اپنی بات مکمل کی۔اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔وہ ہذیانی انداز میں چیزیں یہاں سے وہاں پھینک رہی تھی۔وہ چیخ رہی تھی۔

"کبیر صرف میرا ہے۔ہمیشہ سے وہ میرا تھا آئندہ بھی رہے گا۔میرے اور اس کے درمیان آنے والے ہر انسان کو میں نے خود اپنے ہاتھوں سے تباہ کیا ہے پھر تم کیا چیز ہو.... مدیحہ..... فاروق۔"وہ سکرین پہ جھکی ایک ایک لفظ چبا کر بولی۔اسے مدیحہ کے ہنستے چہرے سے نفرت محسوس ہوئی۔شدید نفرت۔

اسے کئی مہینوں کے بعد یہ نفرت محسوس ہوئی تھی کسی سے۔ایک ایکٹریس جو آدھی پاگل مشہور ہے اسے مدیحہ فاروق سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔مدیحہ فاروق کو چاہیے کہ وہ اس کے حسد سے ڈرے۔

www.novelsclubb.com

"میں تمہیں تباہ کر دوں گی۔ تم کبیر کے قریب گئی۔اسے ہاتھ لگایا اس کے سینے سے لگی۔اب تو بربادی تمہارا مقدر ہے مدیحہ۔یہی اصول ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ رہے گا۔" وہ سکرین پہ نظر آتے اس کے چہرے پہ جارحانہ انداز میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔

"یہ سب کچھ میں جان بوجھ کے تو نہیں کرنا چاہتی ناں۔لوگ خود چنتے ہیں اسے اپنے لیے۔" اب اس کے چہرے پہ صرف معصومیت تھی۔ہر قسم کے چھل کپٹ سے پاک معصومیت۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"میں.... کبھی..... موو... موو آن نہیں کر سکی۔میں اسے نہیں بھول سکتی آنٹی۔لیکن میں نے ایان سے وفا نبھائی۔وہ شادی کے شروع دنوں میں بہت ٹھیک تھا۔میں بھی ٹھیک تھی۔ میں 'اسے' نہیں یاد کرتی تھی۔میں نے اسے اپنی سوچوں سے اس وقت نکال دیا، جس وقت میں نے نکاح نامے پہ اپنی دستخط کی۔لیکن میں اسے دل سے نہیں نکال سکی۔" وہ چہرہ ہاتھوں میں گرائے رونے لگی۔آسیہ نے کچھ نہیں کہا۔وہ آج صرف سننا چاہتی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"ایان کا رویہ شروع سے ہی بہت لیا دیا سا رہتا تھا۔ میں بیمار رہوں۔ ناراض رہوں۔ اداس رہوں۔ اسے اس سے کوئی غرض نہیں تھا۔ غرض تھا تو اس ایک تعلق سے۔ اسے میرے کنسینٹ کی پرواہ نہیں تھی۔" اس نے رک کر آنسو اپنے اندر اتارے۔

"پہلے وہ باہر ہی نشے کو ہاتھ لگاتا تھا پھر اس نے گھر میں پینا شروع کر دیا۔ اور پھر کمرے میں بھی۔ مجھے عجیب سی بدبو میں نیند نہیں آتی تھی۔ میں اس سے کہتی تھی کہ کم از کم کمرے میں یہ کام نہ کیا کرے مگر اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔" وہ چپ ہو گئی۔ آسیہ کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"اسے میرا احساس نہیں تھا آنٹی پھر میں کیسے اس سے ہنس کر باتیں کر سکتی تھی؟ شادی کو دو مہینے ہوئے تھے اور ہمارے کمرے الگ ہو گئے۔ میں نے ہر وہ کام کیا جو ایک اچھی بیوی کو کرنا چاہیے تھا۔ احساس ہی نہیں ہوا کب بیوی سے غلام بن گئی۔ شوہر کا ہاتھ اٹھانا، بے وفائی کرنا، جوتے کی نوک پر رکھنا، کچھ نیا نہیں تھا میرے لیے۔ میرے باپ نے ایسا ہی کیا۔ میرے چچا بھی یہی کرتے رہے۔ میرے بھائیوں کی بھی شادی ایسی ہی ہے۔ میں اسے ہی اپنی تقدیر مان لیتی۔

www.novelsclubb.com

میں اسی تعلق کو شادی کا نام دے دیتی اگر میں نے کبیر مراد کو ایک شوہر بنتے نہ دیکھا ہوتا۔ان سارے بھیڑیوں کے بیچ ایک مرد تھا۔جسے میں نے بیوی سے محبت کرتے دیکھا۔اس کا احساس کرتے دیکھا۔وہ جو اونچی آواز میں بھی بیوی سے بات نہیں کرتا تھا۔"

"تم سے غلطی کہاں ہوئی؟"وہ اس کی بات کاٹ کر بولیں۔

"میں اس کا موازنہ کرنے لگی آنٹی۔میں ایان کا موازنہ کرنے لگی۔اس سے۔اس سے جس سے میں کبھی موو آن نہیں کر سکتی۔میں نے اسے خود سے بیزار کر دیا۔حالانکہ دلچسپی اسے پہلے بھی نہیں تھی۔دھیرے دھیرے مجھے احساس ہونے لگا کہ میری شادی ٹوٹ بھی سکتی ہے پھر میں نے اس کی غلامی شروع کر دی۔وہ کبیر کی فلاں پراپرٹی پہ ہاتھ رکھتا میں یہاں آپ سے درخواست کرتی کہ وہ ایان کے نام کر دیں۔وہ فلاں پراجیکٹ کی بات کرتا میں آپ سے سفارش کرواتی تھی۔اس چکر میں آپ بری بنتی چلی گئیں کبیر کے سامنے۔"وہ پھر سے رونے لگی۔آج کل وہ بہت رو رہی تھی۔اب اسے جھوٹی ہنسی نہیں دکھانی تھی کسی کو۔اب سچ کھل کے سامنے آ چکا تھا۔اب اداکاری نہیں کرنی تھی۔

www.novelsclubb.com

"وہ ایک اچھا شوہر نہیں تھا تو میں بھی ایک اچھی بیوی نہیں ثابت ہو سکی۔ پہلے میں اس کے لیے وہ عورت تھی جس پہ اس کے سارے سماجی، شرعی، قانونی حق تھے۔ پھر میں اس کے لیے ایک اضافی عورت بنی۔ جس سے وہ اپنی تسکین پوری کرتا تھا۔ پھر میں اس کی غلام بنی۔ اس کے بچوں کی ماں بنی۔ ایک ساتھی، ایک پارٹنر جیسا کوئی تعلق نہیں رہا کبھی ہمارے درمیان۔ میں نے بے وفائی نہیں کی لیکن میرا دل بٹا ہوا تھا۔ میرے دل میں کھوٹ تھا۔ میں اس سے وفادار تھی لیکن محبت نہیں کر سکی۔"

"شادی میں محبت کا ہونا ضروری نہیں ہوتا ہے۔ کسی ایک انسان کے ساتھ اگر آپ مطمئن ہیں تو زندگی کے باقی بچے تیس چالیس سال آرام سے کاٹے جا سکتے ہیں۔ تم بتاؤ ہانیہ تم مطمئن تھی؟"

www.novelsclubb.com

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں شروع دن سے مطمئن نہیں تھی۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ میں کسی اور کو پسند کرتی تھی۔ وجہ ایان تھا۔ میں نے اپنی سابقہ کمٹمنٹ کو ذہن سے نکال دیا تھا۔ ایان کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا ایک درست انتخاب ہوتا تو میں دل سے بھی نکال دیتی۔ مگر وہ ایک غلط شخص تھا جو غلط وقت پہ

میری زندگی میں شامل کر دیا گیا۔" وہ شاک سے نکل کر گلٹ میں داخل ہو چکی تھی۔ کبھی خود کو الزام دے رہی تھی کبھی ایان کو۔

"تم موو آن نہیں کر سکی تو کیا تم ن اس سے کوئی رابطہ کیا؟"

" کبھی نہیں۔ میں نہیں جانتی وہ کہاں ہے۔ کیسا ہے۔ ٹھیک ہے یا نہیں۔ میں نے کبھی اس سے رابطہ نہیں کیا نہ اس بارے میں کچھ سوچا۔ میں ایان کے ساتھ وفاداری نبھاتی رہی۔ محبت پہ اختیار نہیں تھا میرا۔ وہ میں ایان سے نہیں کر سکی نہ اس نے خود کو اس قابل بنایا کہ اسے چاہا جائے۔ میں بس اسے یاد کرتی تھی۔ جب کبھی بھی ایان مجھے ہرٹ کرتا، تکلیف دیتا، ہاتھ اٹھاتا، میری ناقدری کرتا تو میں اسے یاد کرتی تھی۔ میں سسک سسک کر اسے یاد کرتی تھی۔" انہوں نے اس کے سر پہ اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ بے طرح رو رہی تھی۔

"تمہاری غلطی نہیں ہے۔ وہ ایک غلط انتخاب تھا۔ غلط شخص تھا۔ اب اس ٹاکسک شادی سے موو آن کر لو۔ طلاق کے کاغذات تیار ہوتے ہی تم آزاد ہو جاؤ گی۔ تم نے کہا کہ تم اپنی زندگی میں کسی کا ساتھ چاہتی ہو۔ تم دوسری شادی کے لیے تیار ہو؟"

www.novelsclubb.com

"نہیں بالکل نہیں۔" وہ تڑپ کر بولی۔ "مجھے شادی نے بہت ٹرامادیا ہے۔ میں نہیں کر سکتی۔ آپ نے اپنی ساری زندگی انتظار میں گزار دی۔ آپ کے دل میں بھی خواہش رہی کہ ایک ہمسفر ہوتا۔ پارٹنر ہوتا۔ دوسری شادی کا اختیار تو آپ کو بھی تھا لیکن آپ نے نہیں کی کیونکہ ہم دونوں کے لیے شادی اب ایک فیری ٹیل نہیں رہی۔ دل میں خواہش رہنا اور اسے پورا کرنا دو الگ باتیں ہیں۔ میں شادی نہیں کرنا چاہتی پلیز۔" وہ مسلسل نفی میں سر ہلاتے ہوئے رو رہی تھی۔

"جو تم چاہو گی ہمیشہ وہی ہو گا۔ مگر تم آگے بڑھو اپنے لیے۔ اپنے آپ کو چنو۔ اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرو۔ بچوں پہ دھیان دو۔ خود پہ دھیان دو۔ ہاسپٹل جوائن کر لو۔" وہ اس کا سر سہلا رہی تھیں۔ ہانیہ نے اپنے گال رگڑے۔

"کس سے مشورہ لے رہی ہو شادی کا؟ کس سے بات کر رہی ہو ایک ٹاکسک شادی کی؟" ایک طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے وہ اندر آیا۔ بال پیشانی پہ بکھرے تھے۔ آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی

www.novelsclubb.com

تھیں۔غالباً وہ ساری رات سویا نہیں۔ہاتھ میں نیلی کوٹ پکڑے وہ شکن زدہ کپڑوں میں ملبوس اس تک آیا۔

"کس سے مشورہ لے رہی ہو؟ان سے؟کمال ہے بھائی۔"وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔سانسوں سے سگریٹ کی بو آرہی تھی۔

"جو خود چور کے سامنے تجوری کھول کے رکھ دے اس سے پوچھ رہی ہو کہ گھر میں ہوتی چوری کو کیسے روکا جائے؟"ہنستے ہوئے وہ دوبارہ سے سگریٹ سلگانے لگا۔وہ دونوں محسوس کر رہی تھیں آج کل وہ زیادہ نشہ کرنے لگا تھا۔

"ان کے کہے ہوئے پہ عمل کرنے سے پہلے مجھ سے مشورہ کرنا۔چلتا ہوں۔"وہ لبوں میں سگریٹ دبا کر بولا۔آواز صاف نہ آئی۔

"ایک ٹاکسک شادی کے شکار ہم تینوں ہیں۔ہم تینوں نے تجوری کھول کر رکھ دی۔ہم میں سے کسی نے لوٹنے والے ہاتھ کو نہیں روکا۔جب روکنا چاہا تو چیزیں برباد ہو چکی تھیں۔لٹ چکی تھیں۔پھر تم خود کو کس طرح اس زمرے سے باہر نکال سکتے ہو؟"

"میں آپ کے جتنا بے وقوف نہیں تھا ممی۔" وہ پلٹے بغیر بولا۔

"درست... بالکل ٹھیک۔ تم میرے جتنے نہیں مجھ سے کہیں زیادہ بے وقوف تھے۔" وہ اس کے سامنے آئیں۔ بازو سینے پہ لپیٹا۔

"تم ہم دونوں سے زیادہ بے وقوف تھے۔ میں نے کبھی اپنے شوہر کو بے وفائی کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، لیکن پھر بھی میں نے احتجاج کیا۔ ہانیہ نے اس کے ٹیکسٹ میسج پڑھے تھے اس نے بھی اپنے شوہر سے سوال کیا۔ جواب طلب کیا۔ تم بتاؤ کبیر مراد، جب تم نے اپنی بیوی کو کسی غیر کی بانہوں میں دیکھا تو تم نے کیا کیا تھا؟ تم وہاں سے آنکھیں بند کیے کیوں چلے آئے؟" اس کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔ رگیں تنی۔

www.novelsclubb.com

"تم وہاں سے کیوں چلے آئے؟ کیا غیرت مر گئی تھی؟ کیوں چپ رہے؟ اسے اسی وقت کیوں نہیں چھوڑ دیا؟ اپنی آنکھوں سے سب دیکھتے رہے۔ کیوں؟ کیونکہ تم بے غیرت آدمی ہو۔"

"زبان سنبھال کر بات کریں مجھ سے ممی۔ میں لحاظ بھول جاؤں گا۔" اس نے انگلی اٹھا کر انہیں وارن کیا۔ ہانیہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

آسیہ نے اس کی اٹھی انگلی دیکھی پھر ایک زوردار تھپڑ اسے رسید کیا۔ ہانیہ نے شاک کے مارے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ وہ چند لمحے سن کھڑا رہا۔

"یہ تھپڑ مارنے میں میں نے دیر کر دی۔ یہ تھپڑ مجھے تب مارنا چاہیے تھا جب تم نے پہلی دفعہ میرے اوپر انگلی اٹھائی تھی۔ آئندہ اپنی حدود یاد رکھنا۔" وہ گہرے سانس لے کر بول رہی تھیں۔ آنکھوں میں نمی چمک رہی تھی۔ پہلی بار انہوں نے اس پہ ہاتھ اٹھایا تھا۔ یاخدا۔

کبیر نے ایک شکوہ کناں نگاہ ان پہ ڈالی پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا۔

"آپ نے یہ کیا کر دیا آنٹی۔" ہانیہ بڑبڑائی۔ وہ اس کے جاتے ہی تیزی سے واشروم میں بند ہو گئیں۔ ایک بوجھل صبح یہ کیا رنگ لے آئی تھی۔ وہ سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھی گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆

دہلی میں اترتی تازی صبح کا منظر تھا۔ سنہری دھوپ میں چمکتی دہلی مصروف سی تھی۔ مدیحہ سبز رنگ کی ساڑھی میں ملبوس بالوں کو پشت پہ کھلا چھوڑے ایک ادا سے آگے بڑھ رہی تھی۔

اس کے اس دن کے شو کے بعد وہ لوگوں میں زیادہ مقبول ہو گئی تھی۔ یہ لائیو شو اسے مزید لوگوں سے متعارف کروا گیا تھا۔ جو اسے سننا بھی نہیں پسند کرتے تھے وہ بھی اس کے اس شو کے اسیر ہو گئے تھے۔ جہاں اتنی تعریفیں مل رہی تھی وہیں کچھ چھوٹے درجے کی سوچ رکھنے والے لوگ تنقید بھی کر رہے تھے۔ مگر وہاں پرواہ کسے تھی؟

قاسم کے پاؤں کا زخم اب اتنا ٹھیک ضرور ہو گیا تھا کہ وہ آرام سے چل پھر لے رہا تھا۔ آج کبیر کے بتائے ہوئے وقت کے مطابق وہ اس کے سیف ہاؤس جا رہی تھی۔ (ٹیبل ٹاک یونو۔)

اسے لگا تھا یہ آبادی سے دور کہیں کسی کونے میں بنا سیف ہاؤس ہو گا۔ جیسے اکثر بالی وڈ کی موویز میں دیکھنے کو ملتا ہے مگر چاندنی چوک کی تنگ گلیوں میں بنے ایک ٹوٹے پھوٹے گھر کو وہ سیف ہاؤس کہتے تھے۔ یہ ایک تین منزلہ گھر تھا۔ جن کی دیواروں کا رنگ سبز تھا۔ لکڑی کا دروازہ کھول کر وہ اندر آئی۔ چھوٹے سے صحن کے گرد چار کمرے بنے تھے۔ سامنے سے سیڑھیاں اوپر جاتی تھیں۔ اوپر بھی کچھ اسی انداز میں کمرے بنے تھے۔ یہ گھر چھوٹا مگر پر سکون لگ رہا تھا۔

اوپر دائرے کی صورت بنی ریلنگ پہ جولیا کھڑی تھی۔ اس نے مدیحہ کو اوپر آنے کا اشارہ کیا۔

www.novelsclubb.com

"کتنی دیر مزید لگے گی تمہیں؟" وہ زینوں پہ تھی جب قاسم کا فون آیا۔

"ایک دو گھنٹے تک آتی ہوں۔"

"اتنی جلدی کیوں آ رہی ہیں آپ۔ چار پانچ سال آرام سے لے سکتی ہیں۔" یقیناً اس نے ناشتہ نہیں کیا تھا۔ مدیحہ نے افسوس سے سر جھٹکا۔

"ہر جگہ وقت پہ نہیں جاتی میں۔ کہیں اپنی حیثیت بتانی پڑتی ہے۔ اب تمہاری طرح تلوے تو نہیں چاٹ سکتی ناں میں اس کے۔" بے نیازی سے کہا گیا۔

"دیر سے ہی سہی اس کے بلانے سے آتو رہی ہو۔" قاسم کو مزہ آیا۔ سیڑھیاں ختم ہوئیں تو پہلے کمرے کے باہر کانفرنس روم لکھا ہوا نظر آیا۔

"پیسوں کا لالچ اچھے اچھوں کی نیت خراب کر سکتا ہے پھر میں تو گولڈ ڈگر شروع سے مشہور ہوں۔" وہ کوئی جواب دیتا کہ مدیحہ دروازہ کھول کر کانفرنس روم میں داخل ہوئی اسے دیکھ کر مسکرائی تو وہ سارے الفاظ بھول گیا۔

کانفرنس روم کی لمبی میز کے ایک طرف قاسم کان سے موبائل لگائے بیٹھا تھا۔یونیفارم میں پھنسا ہوا آدمی پہلے سے بہتر نظر آرہا تھا۔ کنپٹی پر ایک بڑا کٹ لگا تھا۔ گندمی رنگت زرد لگ رہی تھی۔وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

کبیر گہرے سرمئی رنگ کی کوٹ پینٹ میں ملبوس تھا۔ سلکی بال سرک کر پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ سکون سے پروجیکٹر کے پاس کھڑا چائے کے گھونٹ بھر رہا تھا۔ساتھ جو لیا کھڑی تیزی سے ہاتھ ہلاتی کچھ انگریزی میں کہہ رہی تھی۔

"رات ٹھیک طرح سے نیند آجاتی ہے؟"وہ اسے اگنور کر کے قاسم کے پاس کھڑی ہوئی۔

"نہیں آئے گی تو کیا تم لوری سنانے آؤ گی؟"مدیحہ کو لگا وہ طنز کر رہا ہے۔وہ ہنس دی۔

"مس فاروق وہاں بیٹھ جائیں۔"کبیر نے اسے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔وہاں ایک لیپ ٹاپ کھلا رکھا تھا۔مدیحہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا سوٹ کیس میز پہ رکھ دیا اور جا کر اس کرسی پہ بیٹھی۔ قاسم اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"اسی کرسی کی طرف اشارہ کیوں کیا؟کیا بم لگا یا ہوا ہے اس کے نیچے؟"

"وہ کرسی صاف ہے میم باقیوں پہ دھول جمی ہے۔"جولیا مسکرا کر بولی۔خوبصورت معصومیت سے بھری مسکراہٹ۔

"آپ نے یہ سوٹ کیس کھول کر دیکھا تھا؟"کبیر اس کے ساتھ بیٹھا۔جولیا نے دو چار فائل میز پہ رکھی پھر مدیحہ کو دیکھ کر ہاتھ ہلاتی چلی گئی۔(فین یونو)

"نہیں میں آج یہیں لے آئی ہوں اسے۔"وہ نفی میں سر ہلا کر اعتماد سے بولی۔کبیر مراد کے پرفیوم میں ملی جلی سگریٹ کی بو نے اس کی طبیعت عجیب کر دی تھی۔

"بہت ٹھیک کیا۔تقریباً دو تین مہینے سے آپ تحقیقات کر رہی ہیں کچھ ہاتھ لگا آپ کے؟"

"میں زیادہ نہیں جانتی۔کوئی بھی لنک ایک دوسرے سے نہیں جڑ رہا ہے۔اگر ہم ایک ٹیم ورک کرنے والے ہیں تو ہمیں سب پوائنٹ زیرو سے شروع کرنا پڑے گا۔"وہ قاسم اور اسے دیکھ کر بولی۔ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"ٹیم؟انہوں۔میں کسی پہ بھروسہ نہیں کر سکتا۔"کبیر نے چائے کا آخری گھونٹ بھرا۔

"قاسم نے کوئی ایف آئی آر نہیں کاٹی؟"

"چھپ کے کام کرنا ہے۔ جتنا آسان محسوس ہو رہا ہے سب اتنا ہے نہیں۔ تم بھی سمجھ رہی ہو۔" قاسم نے جواب دیا۔اس نے بس سر ہلایا۔

"یہ فائل اس میں وہ سارے نام درج ہیں جن کا کیس فصیح لڑا تھا۔ کچھ وہ جیت گیا کچھ ہار گیا۔ میں نے ان سارے ناموں کو سسپیکٹ لسٹ میں ڈالا ہوا ہے۔ان آدمیوں کی بھی کوئی خبر نہیں جس نے زرین اور احمد انکل کو ڈرایا دھمکایا۔" وہ ایک فائل میز پہ رکھ کر بولی۔ قاسم نے وہ فائل اٹھائی۔

"کالز نہیں ٹریس کروائی آپ نے؟"

"بد قسمتی سے وہ ساری کالز ایک encrypted موبائل فون سے کی گئی ہیں۔ کچھ کافی شاپس، ریستوران، شاپنگ مال جیسی جگہوں کا پبلک ٹیلیفون استعمال کر کے کی گئی ہیں آوازیں بدل کر اور مزے کی بات یہ ہے کہ کال کرنے والے کا کوئی سرا نہیں ملا۔ میں نے وہ ساری جگہیں دیکھ لی ہیں۔ کچھ نہیں ملا۔" کبیر نے سر ہلایا۔

"ہم ہر چیز دوبارہ سے شروع کر رہے ہیں۔ان سارے ناموں کی بینک اکاؤنٹ ڈیٹیل، فون کالز، کریڈٹ کارڈ بل کا ریکارڈ میں نکلواتا ہوں۔تم نے جہاں کہیں سے بھی کوئی بھی تحقیقات کی ہو ہم اسے پھر سے شروع کر رہے ہیں۔ٹھیک؟" قاسم نے فائل واپس رکھ دی۔مدیحہ نے سمجھ کر سر ہلایا۔

"وقت پہلے ہی بہت برباد ہو چکا ہے۔اگر تم لوگوں نے کوئی ٹیم بنائی ہو تو مجھے بتا دو۔" عین اسی وقت قاسم کا موبائل بجا۔ضروری کال تھی اس نے اٹھالی۔

"ہم ٹیم نہیں بنا رہے ہیں۔ہم ٹیم بن رہے ہیں۔میں، نادر، آپ اور قاسم۔میں اس معاملے میں کسی پہ بھروسہ نہیں کر سکتا۔مسئلہ یہ نہیں ہے کہ کوئی بک جائے گا۔مسئلہ یہ ہے کہ میں کوئی غلطی نہیں افورڈ کر سکتا۔مجھے میرے جیسا دماغ رکھنے والے لوگ چاہیے۔اسمارٹ، شارپ، کریمنل، الرٹ۔" وہ سرگوشی نما آواز میں بولا۔

"تم اپنی تعریف کر رہے ہو یا ہماری؟"

www.novelsclubb.com

"آپ اپنی تعریف کرنے کی اجازت دیں تو بس آپ کی ہی کیا کروں گا۔" یہ آدمی آج کل اتنا زیادہ کیوں بول رہا تھا؟ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"خیر ایک بات اور اگر آپ کو کسی معاملے میں تنوی سے بھی کام لینا ہوا تو آپ اس سے اس کیس کا ذکر نہیں کریں گی۔ بالکل گمنامی سے کام لیں گی اس سے۔"

"تمہیں کیسے پتا کہ میں تنوی سے اپنے کام نکلواتی ہوں؟ ایک منٹ تم تنوی کو کیسے جانتے ہو؟ میں اسے جانتی ہوں یہ بھی تم کیسے جانتے ہو؟" وہ دوبارہ اس کی طرف گھوم کر بیٹھی۔ وہ اس کی طرف ہی متوجہ تھا۔

"آپ کو ہائیر کرنے سے پہلے ایک پوری انکوائری ٹیم لگائی تھی آپ کے پیچھے۔ میں سب جانتا ہوں میڈم۔ آپ کو کیا لگا آپ کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر آپ کو ٹیم میں شامل کیا ہے؟" وہ تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ قاسم کال پہ بات کر رہا تھا مگر سرسری سے نگاہیں ان دونوں پہ بھی ڈال رہا تھا۔

"پھر اسی انکوائری ٹیم سے یہ کیس بھی حل کروالیتے۔ ویسے تم یہ اعتراف کر رہے ہو کہ میں خوبصورت ہوں؟"

"بالکل نہیں۔" وہ آگے کو جھکا اور اس کے چہرے پہ آئی لٹوں پر پھونک مارا پھر دو انگلیوں سے بالوں کو اس کے کان کے پیچھے کیا۔

مدیحہ کی سانس سینے میں ہی اٹک گئی۔ کبیر خود بھی شاکڈ رہ گیا۔ بے اختیاری کا یہ لمحہ آکر گزر گیا۔ مگر وہاں بیٹھے افراد کے دل رک گئے۔

کال پہ بات کرتے قاسم کی آنکھیں ساکت ہوئیں۔ گلے میں گلٹی ابھری۔ لب پھڑپھڑائے مگر آواز نہ نکلی۔ اسے فضا میں گھٹن کا احساس ہوا۔ دل میں کچھ بہت زور سے چبھا تھا۔ وہ اس جزبے کو حسد یا جلن جیسا لفظ نہیں دینا چاہتا تھا۔ اسے برا لگا تھا۔ بہت برا۔ وہ نگاہیں پھیر گیا۔

"مجھ سے دور رہ کر بات کیا کرو کبیر مراد۔ ورنہ...." اس سے آگے بولا نہ گیا۔ کبیر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے کرسی چھوڑ کر اٹھ گیا۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی پھر اسے نکال کر شرٹ کے اوپری دو بٹن کھول دیے۔ اب وہ سر براہی کرسی پہ بیٹھ رہا تھا۔

وہ تینوں ایک دوسرے سے نگاہیں چرا رہے تھے۔ قاسم نے موبائل واپس میز پہ رکھ دیا۔ مدیحہ نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔ عین اسی لمحے نادر کافی کی ٹرے ہاتھ میں لیے داخل ہوا تو ماحول کی خفت کم ہوئی۔

"مجھے دیر تو نہیں ہو گئی۔ دراصل کافی مشین کام نہیں کر رہی تھی۔" وہ کافی سرو کر کے ایک کرسی پہ بیٹھا۔

"مدیحہ وہ پانی کی بوتل پاس کرنا۔" قاسم نے اس سے کہا جو کافی کا پہلا گھونٹ بھرنے لگی تھی۔ وہ رکی اسے دیکھا پھر ایک ابلیسی مسکراہٹ لبوں پہ سجائی۔

"میں کیوں پاس کروں؟ وہیں سے بیٹھے بیٹھے لے لو ناں۔ قانون کے ہاتھ تو لمبے ہوتے ہیں۔"

"قانون کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں اور یہ جناب ٹھہرے شعلے موی کے ٹھاکر۔" کبیر دھیرے سے بڑبڑایا۔ مگر بڑبڑاہٹ اتنی واضح ضرور تھی کہ وہاں موجود افراد آسانی سے سن سکیں۔

"اس دنیا میں کچھ بھی تمہاری زبان سے زیادہ لمبا نہیں ہو سکتا۔" وہ مدیحہ کو دیکھ کر نفی میں سر ہلاتا اب اٹھ کر بوتل اٹھا رہا تھا۔ نادر سے ہنسی کنٹرول نہیں ہوئی تو وہ ہنسنے لگا۔

"آپ نے سوٹ کیس کھولا تھا؟" نادر نے اس سے پوچھا۔

"نہیں ایسا بھی کیا ہے اس میں جو تم لوگ اتنا پریشان ہو؟ فصیح کے کیس کے نام پہ کہیں مجھ سے ڈرگس تو نہیں منگوا لیے ہیں۔" وہ جھنجھلاہٹ سے بولی۔ کبیر کی نظریں بس ایک نقطے پہ ساکت تھیں۔ وہ جیسے یہاں موجود ہی نہیں تھا۔

"باس جانتے ہیں اس میں کیا ہے۔"

"ڈاکٹروں کی انفارمیشن۔ جس نے پوسٹ مارٹم کیا فصیح کا۔ اپنا بیان بدلا۔ رپورٹ بدلی۔" وہ بغیر کسی کو دیکھے بولا۔ مدیحہ نے سوٹ کیس کھولا۔ اس میں چند تصاویر الٹی کر کے رکھی گئی تھیں۔ کچھ رپورٹس تھیں۔ ایک یو ایس بی۔ اور دو فائل۔ اس نے وہ ساری چیزیں میز پہ رکھیں۔

نادر نے یو ایس بی لیپ ٹاپ میں لگائی۔ قاسم نے تصاویر اٹھائی اور مدیحہ ان ناموں کو پڑھ رہی تھی۔ کبیر مراد سگریٹ سلگاتے ہوئے انہی کی طرف متوجہ تھا۔ ان تینوں کے چہرے حیران تھے۔ ساکت تھے۔

www.novelsclubb.com

"یہ تو وہ نام نہیں ہیں جن کی انفارمیشن میرے پاس ہے۔" وہ حیرت سے کبیر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

قاسم نے تصاویر میز پہ رکھ دیں۔ سب نے اس پہ نظر ڈالی۔ وہ ان ڈاکٹرز کی تصویریں تھیں۔ ان ڈاکٹرز کی ڈیڈ باڈی کی تصویریں۔ مدیحہ نے بے ساختہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ اب کی بار کبیر نے پیشانی پہ بل پڑے۔

وہ چار ڈاکٹر تھے۔ درمیانی عمر کے۔ ان سب کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا تھا۔

"باس۔" نادر نے لیپ ٹاپ کی سکرین ان کی جانب گھمائی۔ جس پہ ویڈیو چل رہی تھی۔

"میں... میرا نام ڈاکٹر خان۔ میں نے فصیح الرحمن کی ڈیڈ باڈی کا پوسٹ مارٹم کیا۔ میں نے اس کی بارہ رپورٹ تیار کی۔ ہر رپورٹ میں الگ الگ موت کی وجہ لکھ دی۔ میں بک گیا تھا۔ مجھے خریدنے سے پہلے میں بک گیا۔ آج میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ فصیح...." عین دل کے مقام پہ ایک گولی آ کر لگی اور ویڈیو بند ہو گئی۔

ایسے ہی باقی کے تین ڈاکٹرز کی بھی ویڈیوز تھیں۔ان کا بھی ایک سا ہی بیان تھا۔ان کی آخری بات بھی وہی تھی جو ڈاکٹر خان نے کہی تھی۔وہ چاروں چپ تھے۔شاکڈ تھے۔

"پھر مجھے جو انفارمیشن ملی وہ کیا تھا؟وہ کون سے ڈاکٹر تھے؟" مدیحہ جیسے خود سے بولی۔

"آپ نے یو ایس بی کا استعمال کب کیا تھا؟اس دن کے بعد جب آپ کو پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ آفس میں کوئی گھس آیا ہے؟"کبیر نے سوال کیا۔

"ہاں میں نے اس کے بعد ہی وہ یو ایس بی کا ڈیٹا چیک کیا۔ان میں سے اصل ڈاکٹر کون تھے؟ جس نے پوسٹ مارٹم کیا۔ایک منٹ ابھی پتا چل جائے گا۔"اس نے یہ کہتے ہوئے موبائل پہ ایک نمبر ڈائل کیا۔

www.novelsclubb.com

"ہیلو؟"

"میں مدیحہ بات کر رہی ہوں غفور بھائی۔"

"کیا ہوا بیٹا؟" یہ وہی کریانے کی دکان والا آدمی تھا۔

"آپ نے جو مجھے ڈاکٹر کی فائل دی تھی ان کا نام سریش، عرفان، ڈاکٹر صدیقی تھا؟"

"نہیں تو یہ کون سے ڈاکٹر ہیں؟" مدیحہ نے گہری سانس لی۔

"ان میں سے کسی کا نام ڈاکٹر خان تھا؟" اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں۔ باقی کے تین ڈاکٹر اور بھی تھے ان کی بھی ساری معلومات دے رکھی ہے میں نے۔" سپیکر سے آواز آئی۔

"اچھا میں رکھتی ہوں۔" مدیحہ نے فون رکھا پھر سر ہاتھوں میں گرالیا۔

"کوئی مجھے بتائے گا یہ کیا چل رہا ہے؟ کون سا دن؟" قاسم نے ان دونوں کو دیکھا۔ مدیحہ کی رنگت تبدیل ہو گئی تھی۔

"بابا کے آفس میں مجھے لگ بھگ ایک مہینے سے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی آفس میں آتا ہے اس وقت جس وقت کوئی نہیں ہوتا۔ میں نے کیمرے چیک کیے کچھ غیر معمولی نہیں لگا۔ میرا سارا شک چچا اور فرحان پہ تھا۔ تو میں نے زیادہ احتیاط نہیں کی مگر ابھی چند روز پہلے بھی ایسا ہی محسوس ہوا، تو میں باہر دیکھنے چل پڑی کوریڈور میں۔ وہاں کوئی آدمی تھا۔ اس نے میرے اوپر اپنی

www.novelsclubb.com

ریوالور رکھی۔میں اس سے پہلے اس کی شکل دیکھتی وہ بھاگ نکلا وہاں سے۔" وہ دھیرے دھیرے بتا رہی تھی۔ قاسم کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"تم نے کسی کو اطلاع کیوں نہیں دی؟ تم پولیس کو بھی کال کر سکتی تھی۔اور تم جانتے تھے یہ بات؟"اس نے پہلے مدیحہ کو ڈپٹا پھر کبیر سے پوچھا۔

"میں دراصل وہیں تھا جب یہ بھاگتے ہوئے کسی کے پیچھے جا رہی تھیں۔ان خاتون کو لگ رہا تھا ان کے آفس میں گھسنے والا آدمی میں ہوں۔" قاسم نے تاسف سے سر جھٹکا۔

"کسی کو نہیں دیکھا تھا تم نے؟"

"نہیں۔مدیحہ کو گھر ڈراپ کر کے میں نے آس پاس کے کیمرے بھی چیک کروائے تھے۔ زیادہ تر وہ کیمرے سے بچ نکلا ایک جگہ وہ تھوڑا سا نظر آیا ہے۔اس کی پشت نظر آ رہی ہے۔وہ آدمی دراز قد ہے اس کے کندھے چوڑے ہیں۔اس کے علاوہ کچھ نہیں پتا۔" مدیحہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔اس نے کیسا ردعمل دیا تھا اور وہ اس کے پیچھے کیا کر رہا تھا۔

پروجیکٹر پہ ایک تصویر نظر آرہی تھی۔وہ کسی لمبے چوڑے آدمی کی پشت تھی۔جس نے سر پہ کالی ہڈ ڈال رکھی تھی۔چہرے کے پاس سے سگریٹ کا دھواں اڑ رہا تھا۔اس کے علاوہ اس کی کالی جینز اور بھورے رنگ کے بوٹس نظر آرہے تھے۔وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے اطمینان سے چل رہا تھا۔

"یہ جس انداز میں نظر آیا ہے وہ چاہتا ہے کہ اسے دیکھ لیا جائے۔وہاں میں نے چھبیس کیمرے دیکھے جتنے راستے یہاں وہاں نکلتے تھے۔ان سارے راستوں میں سے صرف ایک راستے پر یہ آدمی نظر آیا ہے۔وہ جانتا تھا کہ ہم پیچھے آئیں گے....یا پھر.....وہ چاہتا تھا ہم اس کے پیچھے آئیں۔"مدیحہ نے جھرجھری لی۔

www.novelsclubb.com

"تم نے پہچانا؟"

"نہیں میں اتنے دراز قد صرف دو آدمیوں کو جانتی ہوں۔ایک کبیر دوسرے تم۔"وہ قاسم کو دیکھ کر بولی۔قاسم نے کبیر کو دیکھا۔

"وہ ریوالور غیر قانونی ہے۔اس سے بھی کچھ نہیں پتا چل سکا۔"

"کوئی اتنی آسانی سے میری آفس میں گھس کر میری چیزیں الٹ پلٹ کے چلا گیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ میں اسے جانتی ہوں۔ وہ اپنی آواز بدل کر بول رہا تھا۔ اس کی آواز زکام زدہ تھی۔ اس کا قد کبیر کے قد جتنا تھا۔ اور وہ بہت طاقتور ہے۔"

"یہ بات میٹر نہیں کرتی مدیحہ۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ جو کوئی بھی ہے وہ جانتا ہے کہ تم اس کیس کو انویسٹیگیٹ کر رہی ہو۔ اس نے ایک دفعہ صرف ریوالور رکھی ہے اگلی دفعہ وہ چلا بھی سکتا ہے۔ تمہیں احتیاط کی ضرورت ہے۔" قاسم نے اس کے لرزتے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

"یہ انفارمیشن مجھے بہت مشکل سے ملی ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ڈاکٹروں کو مار دیا گیا ہے۔ یہ ویڈیو ہمیں زچ کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ وہ انسان ہمیں چڑھا رہا ہے۔ ویڈیو میں باقی کے دو ڈاکٹر نے اپنا اعتراف جرم کیا ہے مگر ویڈیوز آدھے ہیں۔ دو ڈاکٹرز کی بات مکمل ہونے سے پہلے گولی مار دی گئی۔ کوئی ہے جس کی نظر ہے ہر ایک چیز پہ۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اصل ڈاکٹرز تک مدیحہ پہنچ چکی ہے تو اس نے انفارمیشن بدل دی۔ مدیحہ کے اپنے الگ

www.novelsclubb.com

معاملات تھے تو انہیں وقت نہیں ملا تھا وہ ڈیٹا دیکھنے کا لیکن اگر وہ وقت رہتے دیکھ لیتیں پھر بھی اس شخص کو اتنا وقت ضرور مل جاتا کہ وہ ان ڈاکٹرز کو منظر عام سے ہٹا دے یا قتل کر دے اور اس نے ایسا ہی کیا۔" کبیر نے جلتا سگریٹ بجھا دیا۔ قاسم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"یقیناً۔ مدیحہ پہلے ان ہی ڈاکٹرز کے پیچھے جاتی جس کا نام اس نے اصل ناموں کو ہٹا کر فٹ کیا۔"

"عین ممکن ہے کہ وہ وہی شخص رہا ہو جس نے فصیح کو قتل کیا ہے۔ وہ میرے ہاتھوں سے کیسے نکل کر جا سکتا ہے وہ؟" مدیحہ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا اسے زیادہ خوف محسوس ہو رہا تھا یا پھر زیادہ پچھتاوا۔ ان تینوں مردوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی بات ہوئی۔ کبیر نے گلا کھنکارا۔

"آپ چاہیں تو اپنے قدم واپس لے سکتی ہیں۔ ہم دیکھ لیں گے سب۔ مرادز کے ساتھ ہوئی ڈیل ویسے ہی برقرار رہے گی۔"

www.novelsclubb.com

"تمہیں لگتا ہے میں یہ سب پیسوں کے لیے کر رہی ہوں؟ میں لعنت بھیجتی ہوں تمہارے پیسوں پہ کبیر مراد۔ میں یہ سب کچھ فصیح کے لیے کر رہی ہوں۔ اپنے بھائی کے لیے کر رہی ہوں۔ جس روز مجھے اس کے قتل کا علم ہوا اس دن سے ہی مجھے معلوم تھا کہ میں یہ کام اکیلے نہیں کر سکتی۔ جس روز تم میرے پاس اپنا آفر لے کر آئے اس روز ہی میں نے طے کر لیا تھا کہ مجھے کس کے ساتھ یہ کام کرنا ہے۔ اس وقت تک تمہارا نام کہیں نہیں تھا۔ اب ہے تو زیادہ میرے باپ مت بنو۔" وہ انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتے ہوئے بولی۔ قاسم نے اف کہہ کر اپنی پیشانی مسلی۔

"باپ؟ استغفر اللہ خاتون میں مر کے بھی کوئی رشتہ نہ جوڑوں آپ سے۔"

www.novelsclubb.com

"تم ایک کام کرو کسی روز فرصت سے مر ہی جاؤ۔"

شروع ہو گئے تھے دونوں۔ نادر بس انہیں دیکھ کے رہ گیا۔ ایسے کام کریں گے وہ؟ ان دو جنگلیوں کے ساتھ؟

"بس پلیز۔اپنا یہ تھرڈ کلاس پسندیدہ کام تم دونوں بعد میں کرنا۔پہلے کام کی بات کریں۔" قاسم نے اکتائے لہجے میں کہا تو وہ دونوں پہلو بدل کر رہ گئے۔کتنے اچھے اچھے جواب تھے ان کے ذہن میں۔

"میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ ضروری تو نہیں جس نے قتل کیا ہے وہی آیا ہو آپ کے آفس میں۔ بقول آپ کے آپ اسے جانتی ہیں شاید۔ضروری نہیں کہ آپ کے آس پاس رہنے والا شخص قاتل ہو۔عین ممکن ہے جسے آپ جانتی ہوں وہ قاتل کے ساتھ ملا ہوا ہو۔آپ نے کہا کہ اس نے آپ پہ وار نہیں کیا۔ہو سکتا ہے اسے آگے سے اس کی پرمیشن نہ رہی ہو۔یا پھر وہ آپ کو صرف ڈرانے آیا ہو۔" نادر جو بہت دیر سے چپ تھا مزید چپ نہ رہ سکا۔کبیر مسکرایا۔

www.novelsclubb.com

"لیکن مدیحہ فاروق تو کسی کے باپ سے نہیں ڈرتی۔" وہ اس کا کئی دفعہ کہے جانے والا ڈائلاگ دہرا رہا تھا۔مدیحہ کا دل چاہا وہ لیپ ٹاپ اٹھا کر کبیر کے سر پہ دے مارے۔

"شٹ اپ یار کبیر۔میں بھی یہی کہنا چاہ رہا ہوں۔جب وہ یہ جانتا ہے کہ مدیحہ انویسٹیگیٹ کر رہی ہے۔حالانکہ مدیحہ اپنے کام میں جھول نہیں چھوڑتی....اس طرح سے تو اسے یہ بھی پتا

ہو گا کہ احمد سر اور ان کی بیٹی کہاں رہ رہی ہے۔وہ مدیحہ پہ نظر رکھے ہوئے ہے تو اس نے مدیحہ کو وہاں بھی آتے جاتے دیکھا ہو گا۔"

قاسم کی بات میں دم تھا۔یہ تو کسی نے سوچا ہی نہیں۔مدیحہ لڑنا جانتی ہے۔وہ لڑ کر بھاگ سکتی ہے۔زرین اپنے بوڑھے اور معزور باپ کو کہاں لے کر جائے گی؟

"ہمیں ان کو شفٹ کرنے کی ضرورت ہے اور جس علاقے میں وہ رہتے ہیں وہاں زیادہ تعداد میں اسٹوڈنٹس ہی پائے جاتے ہیں۔یہ نہ ہو کہ کوئی اور بھی مشکل میں پڑ جائے۔میرے پاس میرے گھر کے علاوہ ایک فلیٹ ہے۔میں دونوں جگہ نہیں رکھ سکتی۔مجھے اپروچ کرنا اس کریمنل کے لیے بہت آسان ہے۔"

www.novelsclubb.com

"میرا گھر خالی ہے۔وہ ایریا بھی ٹھیک ہے۔کبیر سر تو جانتے ہیں۔اگر وہ ہاں کہہ دیں تو وہیں شفٹ کر دیتے ہیں۔"نادر نے کبیر کی طرف دیکھا۔اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"میں ایک بار آخری دفعہ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔آپ واقعی یہ کرنا چاہتی ہیں؟ایک مہینے تک وہ آپ کے سامنے گھومتا رہا اس نے آپ پہ ریوالور رکھی۔وہ گولی بھی چلا سکتا ہے۔وہ کچھ

بھی کر سکتے ہیں۔یہ کسی بھی مڈل کلاس یا عام انسان کا کام نہیں ہے۔ قاتل جو کوئی بھی ہے بہت ہی کریمنل مائنڈ ہے۔چار پانچ دنوں کے اندر وہ جب چار قتل اتنی صفائی سے کر سکتا ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔"اس نے قاسم کی جانب دیکھا۔ قاسم کی آنکھیں بھی اس سے یہی کہہ رہی تھیں۔نادر اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"میں یہ اپنی مرضی سے کرنا چاہتی ہوں۔میں چاہتی ہوں کہ میرے سوا ہم میں سے کسی دوسرے شخص کا نام کہیں باہر نہ نکل سکے۔انہیں میرے پیچھے ہی رہنے دو۔میں انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کروں گی تم تینوں اصل تحقیقات کرنا۔اگر ایسی بات ہے تو ایسے ہی سہی۔میں نے ایک دفعہ ہاتھ لگا دیا ہے اس میں اگر میں اپنے قدم واپس بھی لے لوں تو کیا گارنٹی ہے کہ وہ مجھے چھوڑ دیں گے ؟اگر انہیں مجھے نقصان پہنچانا ہوا تو وہ ہر حال میں پہنچائیں گے۔کیا تم لوگ مجھے پھر سے عورت سمجھ کر ٹیم سے الگ کر رہے ہو ہمیشہ کی طرح؟"کبیر اطمینان سے کافی کے گھونٹ بھر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے آپ کی صحت کی فکر ہے بی بی۔ قاسم اسسٹنٹ کمشنر ہے۔ نادر کو ٹھیک ٹھاک قسم کی ٹریننگ ملی ہے۔ میں اپنی فوج لے کر نکلتا ہوں۔ ہم میں سے کسی کے بھی سامنے وہ شخص آئے گا۔ ہم اپنی دو انگلیاں اس کی ناک میں ڈال کر اسے اٹھا کر دوسری طرف پھینک سکتے ہیں۔" وہ مزید کچھ کہہ رہا تھا جب مدیحہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روکا۔ اس نے اعتماد سے گردن اٹھائی۔

"میں اس بساط کی ملکہ ہوں۔ یہ کھیل بھی میرا۔ چال بھی میری اور پیادے بھی میرے۔ میں ہی ان پیادوں کو ترتیب دے کر طے کروں گی کہ کب کون سی چال چلنی ہے۔ میں نے ہامی اس لیے نہیں بھری کہ تم لوگ مجھ پر اپنا حکم چلاؤ۔ میں نے ہامی اس لیے بھری ہے تاکہ تم تینوں مل کے ملکہ کی حفاظت کرو۔" اس نے ان تینوں پہ ایک حاکمیت بھری نگاہ ڈالی۔ "پیادوں کا کام ہی ملکہ کی حفاظت کرنا ہوتا ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ مجھے میرا کام کرنے دو۔"

اس کا لہجہ، آنکھوں کا تاثر، ملکہ سا انداز تھا یا کیا تینوں مردوں کے لب خود باخود مسکراہٹ میں ڈھلے۔ قاسم نے باقاعدہ دل کے مقام پر ہاتھ کر سر جھکایا۔ ملکہ غرور سے مسکرائی۔

www.novelsclubb.com

"ملکہ اس وقت اپنی حفاظت کیسے کریں گی جب وہ رات کے آخری پہر تک سڑکوں پہ دھوپ ڈھونڈنے نکلتی ہیں؟" نادر نے باس کو تاسف سے دیکھا۔ ملکہ کی شان میں گستاخی؟

"مجھے لڑنا آتا ہے۔ میں مارشل آرٹس چیمپیئن رہ چکی ہوں۔ پرانی بات ہی سہی لیکن ہے تو سچ۔ مجھے لڑنا آتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ میری طاقت ختم ہو چکی مگر میں لڑ سکتی ہوں۔ میں اپنا دفاع کرنا جانتی ہوں۔ بس میں ساڑھی پہن کر کسی کا پیچھا نہیں کر سکتی۔ کسی پہ وار نہیں کر سکتی۔ خدا جانے یہ معاملہ کب تک چلے گا۔ تب تک کے لیے میں ساڑھی پہننا بھی تو نہیں چھوڑ سکتی۔" وہ جیسے خود سے بولی۔ قاسم اور کبیر نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ نادر لبوں پہ انگلی رکھے کسی سوچ میں تھا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے آخر پوری بات کیوں نہیں سمجھ آ رہی ہے۔ تمہارے پاس آلریڈی جب وہ یو ایس بی واٹ ایور تھی تو یہ کہاں اور کیسے ملا تمہیں؟" قاسم اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہوا۔

"کبیر نے بھیجا تھا مجھے۔ اس رات جب تم نشہ کر کے سوئے تھے۔" کبیر اور قاسم دونوں کے چہرے کا رنگ ایک ساتھ اڑا۔

"کون سا نشہ؟" قاسم نے ڈھیر سارا تھوک نگلا۔

"یہ تم جانو گے ناں کیونکہ کوئی نارمل انسان اتنی لمبی تان کے نہیں سوتا۔" وہ ہاتھوں کو جھلا کر بولی۔ دونوں کی سانس بحال ہوئی۔

ایک لمحے کے لیے اس کا دل لرزا تھا۔ وہ آدمی جو کوئی بھی تھا اس کے کتنے قریب تھا مگر اب ڈر کی جگہ غصہ اور پچھتاوا دل میں بیٹھ گیا تھا۔ کاش وہ اس وقت عقلمندی سے کام لیتی۔

"کون تھا وہ؟" کبیر سے پوچھا گیا۔

"ایک دوست تھا۔ اس سے فیور مانگا تھا میں نے بہت کوششوں کے باوجود ان ڈاکٹرز کا پتہ نہیں مل رہا تھا۔ رپورٹ تبدیل ہو جانے کے بعد انہیں گجرات شفٹ کر دیا گیا تھا۔ اس نے مجھے کال کر کے بتایا میرا کام ہو گیا ہے مگر وہ یہ ساری ڈیٹیل مدیحہ فاروق کو دینا چاہتا ہے۔" تینوں کی گردن ایک ساتھ اس کی طرف گھومی۔ مدیحہ نے شانے اچکا دیے۔

"میں تو نہیں جانتی تھی اسے۔"

"وہ تو یہ جانتا تھا کہ آپ ماشاءاللہ اس کیس کو انویسٹیگیٹ کر رہی ہیں۔ کچھ میں بھی آپ کا ٹیسٹ لینا چاہ رہا تھا تو میں نے اس کو اس کے حساب سے کام کرنے دیا۔ ویسے لوگ آخر کیسے جان رہے ہیں؟ آپ کسی کو یہ باتیں بتا رہی ہیں؟" مدیحہ نے لب کچلتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ آدمی جسے تم نے میٹرو اسٹیشن بھیجا تھا۔ وہ جاتے جاتے رکا تھا۔ اس نے مجھے سلام کیا تھا۔" وہ کچھ یاد آنے پر بولی۔ کبیر مراد جو موبائل فون پہ جھک رہا تھا۔ سیدھا ہوا۔ ہنسی چھپانے کے لیے گردن دوسری طرف پھیری مگر ناکام رہا اس کے لب مسکرانے لگے۔ حیرت سے۔

"اس نے تمہیں سلام کیا؟" مدیحہ نے جواب دیا۔ ہنسنے والی کون سی بات ہے اس میں؟

"تھا کون وہ۔" نادر نے باس سے پوچھا۔ باس نے بامشکل اپنی ہنسی روکی۔

"کمانڈو..... آفیسر۔" وہ چہرے پہ ہاتھ پھیر کر ہنسی ضبط کر رہا تھا۔ مدیحہ نے کنفیوژ ہو کر اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"مبارک ہو بڑی اونچی پہنچ ہو چکی ہے آپ کی۔لوگ کہیں اب پیری مریدی پہ نہ اتر آئیں۔" وہ زبردست مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔مدیحہ کو تپ چڑھ گئی۔اس آدمی کے ساتھ کام کرنے کے لیے اسے بہت صبر کی ضرورت تھی۔

"اب آگے کیا؟" وہ ان تینوں سے پوچھ رہی تھی۔جن کے چہرے پر سکون تھے یعنی پلان بنالیا گیا تھا۔اب بس عمل کرنے کی دیر تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کبیر مراد کے آفس میں آؤ تو ایک کیبن کے سامنے کھڑی جولیا لوگوں کو ہدایت دے رہی تھی۔ لائن سے بنے کیبن کے اندر جاؤ تو ایک نوجوان سی لڑکی کمپیوٹر سکرین کے سامنے بیٹھی کام کر رہی تھی۔

دفعتاً وہاں سے کبیر اپنے گارڈز کی فوج لے کر نکلا۔نیلی شرٹ کی آستینوں کو کہنیوں تک فولڈ کر رکھا تھا۔بال پیشانی پر گر رہے تھے۔ساتھ چلتے نادر سے وہ کچھ کہہ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

جولیا نے سخت بے زاری سے اسے دیکھا پھر اس لڑکی کو ہدایت دینے کے لیے اس کی طرف گھومی تو وہ منہ کھولے کبیر کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہے تمہیں کام کرو تم۔"

"باس کو چلے جانے دیں پھر کام کرتی ہوں۔"

"اس سے پہلے کرو گی تو کیا ہو جائے گا؟" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"آپ کو باس کیسے لگتے ہیں؟"

"ایک نمبر کے دو غلے۔ تم نئی نئی ہو تو بڑے اچھے لگ رہے ہیں ایک دو مہینے تک رک جاؤ تم بھی اسی طرح گالیاں دو گی اسے۔" اس کی ہمت کیسے ہوئی یہ پوچھنے کی اسے باس کیسے لگتے ہیں۔ یہ بھی بھلا کوئی پوچھنے کی بات تھی؟ کیا اس کا چہرہ دیکھ کر نہیں سمجھ آتا کہ وہ کس قدر پسند کرتی ہے کبیر کو؟ جاہل زمانے والے۔

اپنا کام اور تقریباً دوسروں کے حصے کا بھی کام ختم کر کے اپنا آفس بیگ کندھے پہ ڈالے وہ وہاں سے نکل رہی تھی۔ میٹرو سے وہ اپنے اپارٹمنٹ آئی۔

یہاں پھر سے بجلی نہیں تھی۔ایک تو یہ بجلی کا اتنا مسئلہ۔وہ منہ بناتی والٹ لیے بازار سے سبزیاں لینے کے لیے نکل پڑی۔رات گہری ہو چکی تھی۔کالونی تقریباً سنسان تھی۔وہ بازار سے پیدل ہی گھر کے لیے پڑی تھی۔

(ٹارگٹ نادر نہیں کبیر ہے۔پچھلے تین مہینوں میں کبیر مراد کے جتنے بھی وفادار اس سے جڑے تھے،اب کسی نہ کسی کرائسس میں ہیں۔)

ابھی وہ آدھے راستے میں ہی تھی کہ اسے کسی کے قدموں کی چاپ اپنے آس پاس محسوس ہوئی۔ساری گلی سنسان تھی۔بس دور کہیں سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

جولیا نے شاپر پہ اپنا ہاتھ مضبوطی سے جمایا۔والٹ سے پیسے نکال کر شرٹ کی جیب میں رکھا اور والٹ کو شاپر میں ڈال دیا۔اسے لگ رہا تھا شاید کوئی چور اچکے اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔

(ہر وہ انسان جو کبیر کو دھوکا نہیں دے سکتا یا اس کے لیے مرنے کو بھی تیار ہے۔کبیر کو ہر اس انسان سے الگ کیا جا چکا ہے۔ان میں سے آخری نادر تھا۔)

www.novelsclubb.com

ہر طرف اندھیرا تھا مگر آگے جا کر اسٹریٹ لائٹ روشن تھی۔وہاں تین راستے تھے جو لیا کا اپارٹمنٹ تینوں راستے کے اختتام پر تھا۔وہ ڈھیر سارا تھوک نگل کر اعتماد سے چلنے لگی۔مگر اگلے ہی لمحے اسے اپنے قدم روکنے پڑ گئے۔تینوں گلیوں سے سات آٹھ مرد چہرے پہ ماسک چڑھائے اس کی جانب بڑھ رہے تھے۔ان کے ہاتھوں میں اسلحہ تھا۔جو لیا نے ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

سبزیوں کا شاپر نیچے گر گیا۔

"اوکے اوکے کالم ڈاؤن۔میرے پاس چار سو روپے ہیں۔میں سب دے دیتی ہوں تم لوگ آپس میں بانٹ لو۔ٹھیک ہے ناں؟"وہ محتاط سی ہکلاتے ہوئے بولی۔وہ مرد اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔

www.novelsclubb.com

(اس کی نئی سیکرٹری جو لیا شاید اگلا ٹارگٹ.....وہ ہو۔)

سامنے والے راستے سے ایک گاڑی آ کر رکی۔دروازہ کھول دیا گیا۔ایک آدمی نے ہاتھ میں پکڑی رائیفل سے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"دیکھو میں نے کچھ نہیں کیا۔ مجھ سے پیسے لے لو مزید پیسے لے لو۔ کہیں لے کر مت جاؤ۔ پلیز۔ میرے پاس زیورات بھی ہیں وہ بھی لے لو۔ مجھے کہیں مت لے جاؤ۔" وہ رونے لگی تھی۔ اسے بہت رونا آرہا تھا۔ نجانے یہ لوگ کون تھے کہاں سے آئے تھے اور اسے کہاں لے کر جارہے تھے۔ وہ اسے کہیں بھی لے کر جارہے ہوں اس کے پیچھے آنے والا کون تھا اس کی زندگی میں؟

کون تھا جو اسے ڈھونڈنے آتا؟ کیا یہ موت تھی؟ اختتام تھا؟ وہ اپنا انجام اس کہانی میں ایسا تو نہیں چاہتی تھی۔

"گاڑی میں بیٹھو جا کر جو لیا۔" ان میں سے ایک آدمی بولا۔ جو لیا نے سبزیوں کا شاپر نیچے سے اٹھا کر سینے سے لگایا۔ خاموشی سے روتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اس کے دائیں بائیں درمیانی عمر کے آدمی بیٹھ گئے۔

ایک ایک کر کے وہاں سے دس گاڑیاں نکلیں۔ سیٹ کی پشت سے سر ٹکاتے ہوئے اس نے کبیر مراد کو یاد کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

دل میں کہیں موہوم سی امید تھی کہ شاید وہ اسے ڈھونڈنے آجائے۔اس کے مر جانے سے پہلے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوپہر ڈھل چکی تھی۔دہلی پہ دھیرے دھیرے شام اترنے لگی تھی۔اسی شام کا ایک یہ بھی منظر تھا۔

فرش پہ ایک پانچ سال کی بچی بیٹھی تھی۔جس کے لمبے بال کھلے تھے۔سرخ رنگ کے گھنگریالے بال،جو دھوپ اور تیز روشنی میں ہی سرخ نظر آتے تھے۔اس وقت ان کا رنگ گہرا کتھئی لگ رہا تھا۔اس کی رنگت گندمی اور آنکھیں سبز تھیں۔

www.novelsclubb.com

"اپنے بھائی سے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ابا ہیں آپ کے وہ آپ کو ڈانٹ سکتے ہیں۔آپ بتائیں گی تو بھائی پریشان ہو جائیں گے ناں۔"صوفے پہ بیٹھی وہ کمزور سی عورت بولی۔جسے مسلسل کھانسی آرہی تھی۔ان کی آنکھیں سبز اور رنگت گندمی تھی۔شاید وہ اس بچی کی ماں تھیں۔

"ابا سے کہیں وہ آپ پہ ہاتھ نہ اٹھایا کریں۔مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔" بچی کے بالوں میں تیل لگایا ان کی ہاتھ رکا۔کیا وہ جانتی تھی؟اس نے کب دیکھا؟

"ایسا تو کچھ نہیں ہے۔میں نے ٹھیک وقت پہ کھانا نہیں کھایا تھا ناں تو وہ مجھے ڈانٹ رہے تھے۔" بچی ان کی طرف دیکھنے لگی۔یوں جیسے کہنا چاہ رہی ہو کہ جھوٹ نہ بولیں امی۔وہ عورت نگاہیں چرا گئی۔

"ابا بھائی سے اتنا پیار کرتے ہیں تو پھر ہم سے کیوں نہیں کرتے؟بھائی کی طرح تو میں بھی ان کی ساری باتیں مانتی ہوں۔"

"وہ سب سے بہت پیار کرتے ہیں۔جو پیار کرتے ہیں وہ ڈانٹتے بھی ہیں۔" وہ ایک چھوٹی سی بچی کے ذہن میں اپنے اندر کا ٹراما اتارنے لگی تھیں۔

"اور مارتے بھی ہیں؟"

"ضرورت پڑنے پر ابا ماریں گے بھی لیکن ان سے ناراض مت ہونا برا بھلا مت کہنا۔ یہ بھی ان کے پیار کرنے کا ایک طریقہ ہے۔" دہلی میں اترتی شام کو ان کی یہ بات بالکل پسند نہیں آئی۔ اس چھوٹی سی بچی نے سمجھ کر سر ہلایا۔ ساتھ بیٹھی عورت کو پھر سے کھانسی کا دورہ پڑنے لگا۔

"میری ایک بات یاد رکھنا زرین۔ محبت میں ڈانٹ مار سب ہوتی ہے۔ سب کا الگ انداز ہوتا ہے محبت کرنے کا۔ تمہارے ابا کا انداز یہی ہے۔ تمہیں ان کی محبت کی بہت ضرورت ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے جو تم سے بن پڑا وہ کرنا۔" وہ اس کے بالوں کو سہلا کر بول رہی تھیں۔ زرین نے ایک ایک لفظ اپنے اندر اتارا۔ ابا کی محبت حاصل کرنی ہے۔ ابا سے محبت کرنی ہے۔

"ایک بات پوچھوں امی؟"

www.novelsclubb.com

"پوچھو۔" انہوں نے اس کے بالوں کی دو چٹیا بنائی تھی۔ وہ اس کے ہاتھوں میں تیل لگاتے ہوئے مصروف سی بولیں۔ پھر زرین نے جو سوال ان سے کیا تھا اگلے کئی دنوں تک وہ راتوں میں سو نہیں سکی تھیں۔

اس سے یہ ساری باتیں آخر بتائی کس نے تھیں؟ کون تھا جو اس کے معصوم ذہن کے ساتھ کھیل رہا تھا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس صبح کے بعد اب تک کبیر کا کوئی پتہ نہیں چلا تھا۔ وہ کب گھر آتا تھا آتا بھی تھا یا نہیں کسی کو کچھ علم نہیں تھا۔ آج اسے پورا ایک ہفتہ ہو گیا تھا ہاسپٹل جوائن کیے ہوئے۔

وہ سفید کوٹ پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے ہاسپٹل کی دوسری منزل پہ کھڑی تھی۔ رات کا یہ آخری پہر تھا۔ اس کی نائٹ ڈیوٹی تھی۔ ایسا کچھ خاص کام نہیں تھا تو وہ تازی ہوا میں چلی آئی۔ بال ہوا سے اڑ اڑ کر چہرے پہ آ رہے تھے۔ مگر وہ ہر چیز سے بے نیاز تھی۔ بچے ممبئی میں تھے اور اس کا دل ہر وقت پریشان رہتا تھا ایان کا کوئی بھروسہ نہ تھا وہ کچھ بھی کبھی بھی کر سکتا تھا۔

آنٹی نے ٹھیک کہا تھا اسے واقعی ایک نئی زندگی عطا کر دی گئی تھی۔ اس سفید کوٹ میں وہ خود کو بہت محفوظ فیل کرتی تھی۔ اسے اس سفید کوٹ سے عشق محسوس ہوتا تھا۔ آخر وہ اتنے سالوں تک کیسے اپنے اصل سے بھاگ سکتی تھی؟

"ایک ایمر جنسی کیس ہے ڈاکٹر ہانیہ۔ جلدی چلیں۔" وارڈ بوائے تیزی سے اس تک آیا تقریباً سات آٹھ قدم کے فاصلے سے وہ اطلاع دے کر الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔ ہانیہ جیسے چونک کر ہوش میں آئی۔

"بچہ اندر روم میں ہے آپ فوراً اسے دیکھیں۔ اسے الٹیاں ہو رہی ہیں۔" وہ نیچے ایمر جنسی وارڈ میں آئی تو نرس اس کے ساتھ چلتے ہوئے بتانے لگی۔

ہانیہ نے دروازہ کھولا سامنے بیڈ پہ ایک چار سال کی خوبصورت سی بچی لیٹی تھی۔ بے بی پنک کلر کی فراک پہنے وہ خوبصورت نقوش لیے شدید تکلیف میں مبتلا تھی۔ اسے بار بار الٹی ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس بچی کی حالت میں سدھار آیا تو وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی۔

www.novelsclubb.com

"گارڈین کہاں ہیں اس کے؟" ہانیہ نے نرس سے پوچھا۔

"اس کے فادر تو ابھی یہیں تھے۔ شاید فارمیسی تک گئے ہیں۔" وہ سر ہلا کر دوسرے پیشنٹ کی جانب چلی گئی۔ ہانیہ واپس بیڈ تک آئی وہ بچی بہت نقاہت محسوس کر رہی تھی۔ ہانیہ اسٹول کھینچ

کر اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔اس کی آنکھیں، ہانیہ چپ چاپ اس کی سرمئی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ کہیں بہت قریب سے یہ آنکھیں دیکھی تھی اس نے۔

"میرے پاپا کہاں ہیں آنٹی؟" وہ دھیرے سے بہت میٹھی آواز میں بولی۔

"تھوڑی دیر میں آجائیں گے وہ۔آپ کو الٹی تو نہیں محسوس ہو رہی ہے اب؟" وہ اس کی نبض پکڑ کر اس کا بخار چیک کر رہی تھی۔

"میں اب ٹھیک فیل کر رہی ہوں۔" اس کا لہجہ بہت صاف تھا۔ہانیہ یک ٹک اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"زائشہ۔" اس سے پہلے کہ وہ اپنا نام بتاتی اس بچی کا باپ دروازہ کھول کر اسے پکارتے ہوئے اندر آیا۔وہ ڈاکٹر کو نہیں دیکھ رہا تھا۔وہ اس بچی تک آیا جھک کر اس کی پیشانی چومی۔

ہانیہ نے بس ایک نظر اس مرد کو دیکھا۔عین اسی لمحے اس مرد نے بھی اسے دیکھا۔دونوں کی سانسیں ایک ساتھ رکیں۔گہری گندمی رنگت، سرمئی آنکھوں والا آدمی جس کے نقوش کو

خوبصورت کہنا غلط ہوگا، بس وہ کسی حد تک پرکشش تھے۔ ہلکے گھنگرالے بال پیشانی پر گر رہے تھے۔ وہ لمبا اونچا سا مرد اس کے سامنے تھا۔ ہانیہ بے ساختہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ آنکھوں کے سامنے کئی ماہ و سال گزر گئے۔ وہ اس کے اتنے قریب رہ کر کتنی دور تھا۔

دراز قد اور چوڑے کندھوں والا آدمی نظریں ہٹانا بھول گیا۔ اس نے لبوں پہ زبان پھیری کچھ کہنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ ہانیہ بس ایک لمحے کے لیے رکی پھر لبوں پہ ہاتھ رکھ کر وہاں سے بھاگتی چلی گئی۔

"ڈاکٹر خضر حیات۔" نرس ہاتھ میں انجیکشن لیے آ رہی تھی۔ "یہ انجیکشن آپ کی بیٹی کو لگانا ہے مگر وہ راضی نہیں ہو رہی تھی۔ آپ لگا دیں گے؟"

www.novelsclubb.com

خضر نے دور جاتی ہانیہ کو دیکھا۔ یہ منظر وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا اور ہر بار کی طرح اس کا دل بری طرح ٹوٹا تھا۔ اسے جاتے ہوئے دیکھنا ایک مشکل کام تھا۔ بہت مشکل۔ وہ اس کے پیچھے نہیں گیا۔ کیا وہ اس کے پیچھے جانے کا حق رکھتا تھا؟

ہانیہ سبزہ زار پہ رکھی اس سنگی بینچ پہ بیٹھی سر ہاتھوں میں گرائے رو رہی تھی جہاں کچھ دن قبل مدیحہ اور نادر بیٹھے تھے۔یہ وہی ہاسپٹل تھا جہاں قاسم کی گولیاں نکالی گئیں۔جہاں احمد انکل ایڈمٹ تھے۔

ماضی کی کئی تلخ یادیں تازہ ہو گئی تھیں۔اس نے خود کو ان حالات میں کئی دفعہ سوچا تھا۔اس نے کئی دفعہ سوچا تھا کہ وہ جب 'اس' سے ملے گی تو کیسا رد عمل دے گی۔اگر اس سے سامنا ہو گیا تو کیسے ری ایکٹ کرے گی مگر آج ساری سوچوں پر ساری تدبیروں پر پانی پھر گیا تھا۔دل کا حال آج بھی وہی تھا جو پہلے ہوا کرتا تھا۔

اسے ان دونوں کی وہ پہلی ملاقات یاد آئی۔جب وہ میٹرک میں تھی اور خضر اس سے دو سال سینئیر تھا۔پھر دھیرے دھیرے بہت کچھ یاد آنے لگا۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس کا اس اسکول میں پہلا دن تھا۔اس کی ماں کو بڑا شوق تھا کہ ان کا اکلوتا بیٹا کسی مہنگے اسکول میں پڑھے اور وہ امیر زادوں کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتا تھا۔وہ ہر طرف سے بے نیاز اپنی کلاس کی

جانب بڑھ رہا تھا۔اسکول میں تقریباً سناٹا تھا۔وہ جلدی آگیا تھا یا پھر لوگ دیر سے آرہے تھے۔ ابھی وہ اوپر جاتے زینوں کی طرف بڑھا ہی تھا کہ کہیں سے دبی دبی سے سسکیوں کی آواز آئی۔

خضر نے نظر انداز کر کے آگے بڑھ جانا چاہا مگر وہ بے اختیار ہی اس آواز کے پیچھے لپکا۔ایک خالی کلاس روم میں بیٹھی لڑکی اپنا سر بیگ پہ رکھے رو رہی تھی۔اس کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"رو کیوں رہی ہو؟"اس نے دروازے میں ہی رک کر پوچھا۔لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"میں نے پوچھا رو کیوں رہی ہو؟جواب کیوں نہیں دے رہی؟"اب اس کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

"میں نے تمہیں کہا ہے کہ تم مجھ سے پوچھو؟میں نے بلایا ہے تمہیں؟"لڑکی نے یکلخت ہی چہرہ اٹھا کر کہا۔خضر جو کچھ سخت کہنے لگا تھا۔ساکت رہ گیا۔سرخ ناک اور آنسوؤں سے بھری آنکھیں لیے وہ لڑکی اسے بہت پیاری لگی اتنی کہ وہ کچھ کہہ ہی نہ سکا۔

"دیکھو اتنی بڑی ہو تم اس طرح سے رونا اچھی بات نہیں ہوتی۔تمہارا ہوم ورک نہیں ہوا ہے تو مجھے بتاؤ میں کر دیتا ہوں۔"وہ کندھے پہ بیگ لٹکائے اس کی طرف آیا۔ہانیہ برق رفتاری سے

بیگ اٹھا کر کلاس روم سے باہر بھاگ گئی۔ خضر اس لڑکی کو افسوس سے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ بس اس لیے ہی وہ نہیں چاہ رہا تھا کہ اس کا اس اسکول میں ایڈمشن ہو۔ کتنے نخرے ہوتے ہیں امیر بچوں کے۔

اگلے کئی دنوں تک ان دونوں کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ خضر کو وہ عجیب لڑکی پسند آئی تھی۔ کچھ عمر بھی ایسی تھی کچھ ہانیہ کی آنکھیں بھی اسے اپنا اسیر بنا گئی تھیں۔ وہ آنکھیں بند کرتا تو وہ آنسوؤں سے لبریز آنکھیں سامنے آجاتیں۔ کلاس میں ٹاپ کرنے والا خضر اب معمولی جوابات نہیں دے پاتا تھا۔ اپنی اس کیفیت کے بعد بھی وہ ہانیہ سے کبھی نہ ملا نہ اس سے بات کرنے کی ہمت کی۔ ہانیہ لیا دیا سا انداز رکھنے والی امیر زادوں کی بیٹی تھی اور خضر کو اپنی حیثیت اچھے سے معلوم تھی۔ وہ کوئی دل پھینک قسم کا لڑکا نہیں تھا۔ اس کی دوستی تو بہت سے لوگوں سے تھی لیکن دل کا یہ حال پہلی بار ہوا تھا۔ ہانیہ کی وہ ایک نگاہ اس کی نیند کتنے سالوں تک چرانے والی تھی کاش کہ اسے علم ہوتا۔

www.novelsclubb.com

ان دنوں امتحانات کی تیاری عروج پہ تھی۔ خضر اپنے دوستوں کے ساتھ گراؤنڈ میں بیٹھا گروپ اسٹڈی کر رہا تھا۔ وہ کالج کا سب سے ذہین بچہ تھا۔ سردیاں اپنے عروج پہ تھیں لیکن روز کی نسبت آج دھوپ نکلی تھی۔ بچے اپنی کلاسز سے نکل کر گھاس پہ بیٹھے دھوپ کا مزہ لے رہے تھے۔

"مجھے کیمسٹری بہت ٹف لگتی ہے۔ مجھے نہیں لگتا میں پاسنگ مارکس بھی لے آسکوں گی۔"

کہیں بہت قریب سے بھیگی آواز آئی تو پینسل چلاتا اس کا ہاتھ رکا۔ اس نے مڑ کر اپنے عقب میں دیکھا۔ ہانیہ گود میں کتاب رکھے بیٹھی تھی۔ سرخ ناک بتا رہی تھی کہ محترمہ اپنا پسندیدہ کام کر چکی ہیں۔

www.novelsclubb.com

"میں ہلیپ کر دوں؟" اس نے سر کھجاتے ہوئے پوچھ ہی لیا آخر۔ ذلیل کرتی ہے تو کرتی رہے اب وہ اسے اس طرح روتا ہوا تھوڑی نہ دیکھ سکتا تھا۔ ہانیہ کو اتنا علم ہو ہی چلا تھا کہ وہ اچھا اسٹوڈنٹ ہے۔ اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

خضر نے چند منٹ میں ہی اسے سوال سمجھایا پھر جب تک امتحان نہیں شروع ہوتے تب تک اس کی مدد کرنے کا وعدہ کرتا وہاں سے چلا گیا۔

ان دنوں ہانیہ بالکل اکیلی تھی۔ماں کی تازہ طلاق نے اسے اندر ہی اندر مار دیا تھا۔کبیر کا کچھ علم نہیں ہوتا تھا۔وہ زندہ بھی ہے یا نہیں یہ صرف خدا ہی جانتا تھا۔اس صبح بھی وہ اپنے باپ کو کسی وحشی کی طرح ماں پہ ہاتھ اٹھاتے دیکھا تھا۔وہ دو بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی۔ایک بہن اللہ نے کئی سال پہلے واپس لے لی تھی۔اس کے بھائی اس کے باپ سے بڑے بے غیرت تھے۔انہوں نے کبھی ماں کے لیے اسٹینڈ نہیں لیا تھا۔اس نے کبھی بھی ایک اچھے مرد کو نہیں دیکھا تھا۔اسے نہیں معلوم تھا کہ مرد کیسے ہوتے ہیں۔اس کے آس پاس رہنے والے تو صرف بھیڑیا تھے۔دادا اور کبیر کے علاوہ وہ کسی پہ بھروسہ نہیں کرتی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ بدتمیز نہیں تھی لیکن وہ خضر سے بدتمیزی کر گئی تھی۔اس روز وہ اپنی ٹانگ اڑانا بہت زہر لگا تھا مگر آج وہ اسے سنجیدگی سے سمجھا رہا تھا تو ہانیہ کو وہ لڑکا اچھا لگا۔

اگلے کچھ دنوں میں ان دونوں کی دوستی ہو گئی تھی پھر خضر کا انٹر میڈیٹ مکمل ہو گیا تو وہ میڈیکل کالج کی تیاری میں لگ گیا۔ ہانیہ ایک دفعہ پھر اکیلی ہو گئی تھی۔ کسی طرح اس نے دو سال کاٹے پھر ضد کر کے اسی کالج میں ایڈمشن لیا جہاں وہ تھا۔

خضر پہلے سے مزید وجیہہ ہو گیا تھا۔ اب پھر سے دونوں ساتھ ساتھ ہی پائے جانے لگے تھے۔ ناپسندیدگی، دوستی میں پھر دوستی محبت میں کب تبدیل ہوئی انہیں کچھ خبر نہیں ہوئی۔ ہانیہ کو لگتا تھا کہ وہ گندمی رنگت والا نوجوان دل بن کر اس کے سینے میں ڈھکڑنے لگا ہے۔

خضر اپنے تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ باپ مہینے کے خرچے ہی بامشکل پورے کر رہا تھا۔ کچھ اسکول اور کالج کے بعد ملازمت کر کے کچھ ماں کے زیورات کے بھروسے ایک دن ڈگری لینے کے لیے خضر بیرون ملک نکل گیا۔ ہانیہ نے انڈیا میں ہی پڑھنا پسند کیا۔

کئی سالوں کے بعد وہ ایک بہترین کارڈیولاجسٹ بن کے لوٹا۔ اس کے گھر کے حالات ابھی بھی ایسے نہیں تھے کہ وہ گھر میں کسی سے اپنی شادی کا ذکر کرتا۔ باپ نے پہلے ہی ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دیے تھے۔ تین بہنوں کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر آپڑی تھی۔ پہلے ان کی شادیاں کرنی

www.novelsclubb.com

تھیں پھر اپنے بارے میں سوچنا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ کم از کم ایک منگنی ہی کر لے وہ ہانیہ سے۔ لڑکیوں کی شادی میں تو ویسے بھی زیادہ وقت نہیں لگتا مگر کاش ویسا ہی ہوتا جیسا انسان سوچتا ہے۔

ہانیہ نے ایک معمولی سے ہسپتال میں جاب شروع کر دی تھی۔وہ اب مصروف ہو گئے تھے۔ملنا ملانا اتنا نہیں تھا۔کال پہ بھی بات کبھی کبھی ہی ہوتی تھی۔سب ٹھیک چل رہا تھا جب بالکل اچانک ہی ہانیہ مراد کا ٹکراؤ ایان مرتضیٰ سے ہوا۔

وہ بے دھیانی میں تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی جب سامنے سے آتے شخص سے ٹکرا گئی۔

"دکھائی نہیں دیتا آپ کو؟اندھے ہیں آپ؟"وہ جو پہلے ہی خراب موڈ میں تھی اس پہ برس پڑی۔

"پہلے اندھا نہیں تھا اب آپ کو دیکھ کر ہو گیا۔ٹرسٹ می اب کچھ اور نہیں دکھ رہا ہے۔"وہ بے باکی سے بولا تو ہانیہ کا دل چاہا ہاتھ میں پکڑی پین اس کی گردن میں اندر تک گھسا دے۔

"آپ آگے جا کر دائیں طرف مڑ جائیں۔ وہاں اندھوں کا علاج بخوبی کیا جاتا ہے۔" وہ اس پہ لعنت بھیجتی آگے چلی گئی۔

"کیسے کیسے لوگ مل جاتے ہیں۔" وہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔ کاش کہ وقت اس کے کانوں میں کوئی سرگوشی کر دیتا۔ اس کے نقصان سے پہلے کی اطلاع دے دیتا۔

اس کے اگلے دن وہ گھر لوٹی تو ایک طوفان تھا جو اس کے سر پہ آ گرا تھا۔ ایان مرتضیٰ کو ایک رشوت کے طور پہ ہانیہ مراد دی جا رہی تھی۔

"کھانا لگواتی ہوں آپ کے لیے۔" وہ گھر پہنچی تو حسب توقع آسیہ اس کے انتظار میں جاگ رہی تھیں۔ کبیر ملک سے باہر تھا۔ باقی کے افراد اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔

"کبیر کی کوئی خبر ہے بیٹا؟" وہ اس کے سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھیں۔ ہانیہ کو ان کی حالت پہ افسوس ہوا۔

"میری دو مہینوں سے اس سے کوئی بات نہیں ہوئی۔" وہ مایوس ہو گئیں۔ ہانیہ کو ان سے جھوٹ بولتے ہوئے بے حد عجیب لگتا تھا۔ وہ نگاہیں چرا گئی۔

"آپ کے دادا نے آپ کو اپنے کمرے میں بلایا ہے۔" وہ اطلاع دے کر چلی گئیں۔ ہانیہ کو کچھ عجیب لگا۔ دادا کو بھلا اس سے کیا کام؟

"اندر آجاؤں؟" وہ چھبیس ستائیس سال کی ہانیہ آج بھی چھ سات سال کے بچوں کی طرح ہی ہر وقت ڈری سہمی رہی تھی۔ لیکن کبیر 'دادا اور آسیہ کے ساتھ وہ بہت کمفرٹیبل تھی۔

"آجائیں۔" اندر سے دادا کی بارعب آواز آئی وہ اپنی کپڑوں پہ آئی شکن درست کرتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

دادا اپنے بیڈ پہ گھٹنوں پر کمفرٹر ڈالے نیم دراز تھے۔ ان کے ہاتھ میں کوئی کتاب تھی۔ سفید بے داغ شلوار قمیض میں ملبوس چہرے کے وجیہہ نقوش لیے وہ کم از کم کسی کے دادا تو نہیں لگتے تھے۔ شاید وہ اپنی فٹنس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کبیر ان سے مشابہت رکھتا تھا۔ ان کی آنکھیں، آنکھوں کا رنگ، قد کاٹھ، گالوں میں پڑتے ڈمپل سب کبیر نے چرایا تھا ان سے۔ دادا کے باقی پوتے نہ تو اتنے حسین تھے نہ ہی ان کی شخصیت میں وہ رعب تھا جو کبیر کی شخصیت کا خاصہ تھا۔

www.novelsclubb.com

"بیٹھ جائیں ڈاکٹر صاحبہ۔" وہ کتاب رکھ کر سیدھے ہوئے۔ہانیہ مسکرا کر ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"آنٹی نے بتایا کوئی کام ہے آپ کو؟ بتائیں میں سن رہی ہوں۔"

"اگلے ماہ آپ کی شادی کی تقریب ہے گھر میں اپنے مہمانوں کی لسٹ بنا کر مجھے دے دیں۔" وہ آرام سے کہہ کر اب بیڈ سے اٹھ رہے تھے۔ہانیہ کی مسکراہٹ تھمی۔شادی؟ تقریب؟

"کیسی شادی دادا؟"

"آپ کی شادی ایان مرتضیٰ سے۔مرتضیٰ....آپ کے والد کے سگے آج کل وہی ہیں۔" انہوں نے سگریٹ لائٹر سے سلگایا۔کچھ ایسا ہی انداز کبیر کا بھی تھا۔ہانیہ فریز ہوئی انہیں دیکھ رہی تھی۔

"آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں دادا میری شادی کیسے ہو سکتی ہے؟"

"آپ کی شادی میں کیا مسئلہ ہے جو نہیں ہو سکتی ہے؟" وہ اس کے طرف پشت کر کے بیٹھے تھے۔ہانیہ اٹھ کر ان کے قدموں میں بیٹھی۔

"میری شادی میں مسئلہ نہیں ہے دادا۔شادی کس سے ہو رہی ہے یہ مسئلہ ہے۔پلیز ایسا مت کریں۔آپ کو اللہ کا واسطہ ہے۔میں...میں کسی کو پسند کرتی ہوں۔بہت اچھا لڑکا ہے وہ،ایک بار اس سے مل کر دیکھیں پھر کوئی فیصلہ کریں۔وہ ایک...ایک..."

"ایک ڈاکٹر ہے۔اس کا نام خضر حیات ہے۔اپنی تین بہنوں کا اکلوتا بھائی۔غریب۔جھوپڑی میں رہنے والا لڑکا۔اس کے علاوہ کچھ بتائیں۔اس کی اوقات ہمارا جھوٹا کھانے کی بھی نہیں آپ اس کے ساتھ رہنے کا خواب دیکھ رہی ہیں؟وہ چار زندگیاں بھی لے کر پیدا ہو تب بھی وہ مراد زکے سامنے کھڑے ہونے کی حیثیت نہیں بنا سکے گا۔"وہ ہانیہ کی بات کاٹ کر بولے۔ہانیہ چپ ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

"اس صوفے پہ بیٹھے تھے آپ کے والد صاحب کچھ وقت پہلے۔انہوں نے دو رشتے میرے سامنے رکھے تھے۔پہلا رشتہ ایک پینتالیس سال کے آدمی کا تھا جس کے چار بچے ہیں۔امریکی آدمی ہے۔اس سے شادی ہوئی تو آپ کے والد صاحب مالا مال ہو جائیں گے۔دوسری طرف

ایان مرتضیٰ کا پروپوزل ہے آپ کے لیے۔آپ کے والد صاحب کے بزنس پارٹنر کا بیٹا ہے۔"
وہ رکے اسے اپنے برابر میں بیٹھایا۔

"ان دو رشتوں میں سے جو آپ کو مناسب لگے ہاں کہہ دیجئے گا۔" ہانیہ کا جسم لرزنے لگا تھا۔الفاظ ختم ہو گئے تھے۔

"میرے ساتھ مت کریں ایسا پلیز۔ہم پچھلے سات سالوں سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔میں نے آج تک آپ سے زندگی میں کچھ نہیں مانگا۔آج میں پہلی بار آپ سے کچھ مانگ رہی ہوں۔مجھے خالی ہاتھ مت بھیجیں۔" وہ ہاتھ جوڑ کر اب باقاعدہ رونے لگی تھی۔مراد حسن اسی طرح بے تاثر آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"میں اس معاملے میں صرف آپ کو مشورہ دے سکتا ہوں کہ آپ ایان کا انتخاب کر لیں۔ کیونکہ آپ کے والد صاحب احسن مراد نے مجھے یہ باور کرایا ہے کہ میں ان کے اور ان کی اولاد کے معاملے میں نہ پڑوں۔اسے احساس تو ہو گیا کہ ایک بیٹی بھی ہے اس کی۔اپنی جو بھی محبت ہے اس کا رونا اس ایک مہینے میں رو لیں۔میں کچھ نہیں کر سکتا۔"

"مت کریں دادا پلیز۔آپ مجھ سے جو کہیں گے میں کرنے کو تیار ہوں۔بس مجھے خضر سے دور نہ کریں آپ کو اللہ کا واسطہ ہے۔" وہ بیڈ سے اٹھ کر کتاب واپس اس کی جگہ پہ رہے تھے ہانیہ ان کے پیچھے لپکی۔

"شریف خاندانوں کی لڑکیاں اپنے باپ اور دادا کے سامنے کھڑی کسی غیر مرد کے لیے آنسو نہیں بہاتیں نہ ہی یوں منہ کھول کر اپنی شادی کی بات کرتی ہیں۔یہ سنہرا موقع گنوانے سے بہتر ہے کہ اپنے اوپر سے ایک بدکردار ماں کی بیٹی کا ٹیگ نکال کر پھینک دیں آپ۔دنیا کو ثابت کر کے دکھائیں کہ ابلیس کے پیٹ سے عزازیل نے جنم لیا ہے۔"

"مجھے دنیا کو کچھ ثابت نہیں کرنا ہے دادا مجھے خضر کا ساتھ چاہیے بس۔صرف ایک اسٹیٹس کا فرق ہے۔مجھے چند سالوں کا وقت دے دیں ہم دونوں مل کر خوب کما لیں گے دادا کہ آپ کے سامنے کھڑے ہو سکیں۔" آج وہ پہلی بار اپنے لیے لڑی تھی۔آج وہ پہلی بار ایسے ان کے سامنے روئی تھی۔اس سے پہلے وہ جس چیز پہ ہاتھ رکھتی دادا وہ اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے تھے۔

www.novelsclubb.com

اسے کبھی ان سے کچھ مانگنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔وہ اس کی پسند ناپسند بغیر کہے سمجھ جاتے تھے۔

"یعنی آپ یہ ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ آپ واقعی ایک بد کردار ماں کی بد کردار اولاد ہیں۔اس سے شادی تو آپ کی کسی حال میں نہیں ہو گی۔کیونکہ آپ کے والد صاحب ہونے نہیں دیں گے۔ آج اچھا آپشن ہے کل کو احسن کوئی دوسرا کانٹریکٹ اٹھالائے گا۔جا کر سو جائیں رات بہت ہو گئی ہے۔"وہ اس کا گال تھپتھپا کر لیٹ گئے۔مطلب صاف تھا کہ وہ جا سکتی ہے۔

"میں اس سے شادی نہیں کروں گی یہ بات آپ ڈیڈ کو سمجھا دیں دادا۔میں قربانی نہیں دوں گی۔ان کو کاروبار میں نقصان ہو رہا ہے میں اس کی ذمہ داری اٹھاؤں گی آپ اس کی ذمہ داری اٹھائیں گے۔سنا آپ نے؟ جتنا پیسہ جہاں کہہ رہے ہیں آپ لگائیں گے دادا میں اپنی قربانی نہیں دوں گی۔میں خضر کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کروں گی۔"انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بالکل یہی بات احسن کے سامنے کہہ دیں آگے کے معاملے دیکھنے کے لیے دادا کھڑے رہیں گے ساتھ۔"

www.novelsclubb.com

"میں نہیں کہہ سکتی یہ سب ان کے سامنے۔"

"میں کچھ نہیں کر سکتا پھر۔ نیند آ رہی ہے مجھے۔" انہوں نے ہاتھ سے باہر جانے کا اشارہ کیا۔

ہانیہ مرے ہوئے قدم لیتی وہاں سے نکل آئی تھی۔ اس رات اس نے کبیر سے رو رو کر اپنا سارا حال کہہ سنایا تھا اور اگلے تین دن بعد وہ حاضر تھا۔

خضر حیات اور ہانیہ مراد کا عشق نیا نہیں تھا اس کے لیے وہ سب جانتا تھا۔ اس نے گھر میں آ کر بہت واویلا کیا تھا۔ دادا کے کئی تھپڑ بھی کھائے تھے۔ وہ ہرگز بھی تیار نہیں تھا کہ ہانیہ کی شادی اس آدمی سے ہو۔ مگر اس رات کے بعد ہانیہ کو ایک عجیب سی چپ لگی تھی۔

یہ بھی ایک نارمل دن تھا۔ وہ تھکی تھکی سی ہسپتال کی راہداری میں آگے بڑھ رہی تھی۔

"ڈاکٹر ہانیہ مراد۔" اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ کالی جینز اور سفید شرٹ میں ملبوس ایان اس کی طرف چلا آ رہا تھا۔ اس کا حلیہ عجیب تھا۔ اس کی نظریں بے باک تھیں۔

"کیسی ہیں آپ؟" وہ قدم قدم چل کر اس کے عین سامنے رکا۔ ہانیہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اس دن آپ نے آنکھوں کا علاج کروانے کے لیے کہا تھا۔ میں نے سوچا آپ سے ہی کروالوں مگر آپ تو بچوں کی ڈاکٹر نکلیں۔ چلیں جی کوئی بات نہیں اب تو مفت میں آپ 'ہمارے' بچوں کا علاج کر دیا کریں گی۔" اس نے ہمارے بچوں پر زور دے کر کہا۔

"اتنے ہی فرمانبردار ہیں تو میری بات مان کر مر کیوں نہیں جاتے آپ۔" وہ اتنا کہہ کر رکی نہیں تیزی سے چل کر اپنی گاڑی تک آئی اور اسے بھگا لے گئی۔

دوسری طرف خضر کا سارا چین غارت ہو رکھا تھا۔ باپ الگ دن رات بکتا جھکتا رہتا تھا۔ ایک بہن کی شادی کی عمر نکلی جا رہی تھی دوسری کو دہلی کے کسی اچھی کوچنگ کی ضرورت تھی۔ وہ ایک دفعہ سول سروس کے لیے کوشش کرنا چاہتی تھی۔ یہ فلموں میں ہوتا تھا کہ ایک مڈل کلاس آدمی باہر سے پڑھ کر آئے تو آتے ساتھ ہی اپنی کامیابی کے جھنڈے لہرانے لگ جائے۔ اس کی زندگی کا اسٹرگل نہیں ختم ہوا تھا۔ اس سارے میس میں وہ شادی افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا اس ذہنی دباؤ کا حصہ ہانیہ بھی بنے۔ لیکن جو خبر اسے ملی تھی وہ کسی بھی طور پر ہانیہ سے شادی کے لیے تیار تھا۔

www.novelsclubb.com

ایک دن وہ مریضوں سے مل کر رخصت ہو رہا تھا جب اس کی کار سے ٹیک لگائے کبیر مراد کو اپنے سامنے کھڑا پایا۔ ہانیہ کا چہیتا بھائی اور مراد خان کا پسندیدہ پوتا تھا وہ، خضر بھلا کیسے اسے نہ جانتا؟

اب کا کبیر مراد ہوتا تو شاید لبوں میں سگریٹ دبا ہوا ملتا لیکن وہ چھ سات پہلے کا کبیر تھا۔ سدھرا ہوا شریف سا۔ معصوم۔

"گاڑی کی چابی دو مجھے اور اندر بیٹھو۔" وہ اس کے ہاتھ سے گاڑی کی چابی لے کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ خضر نے بھی چپ چاپ عمل کیا۔

"تمہیں پتا تو ہو گا کہ ہانیہ کی شادی ہو رہی ہے۔" خضر نے ایک نظر اسے دیکھا جو منہمک سا ڈرائیو کر رہا تھا۔

"تم پھر تم آج مجھے اس کی شادی کا کارڈ دینے آئے ہو؟" نجانے کیوں مگر وہ تلخ ہو گیا۔ کبیر مسکرایا بھی نہیں۔

www.novelsclubb.com

"زیادہ شوق ہے تو لا دیتا ہوں۔ایک مفت کا مشورہ اور دینا چاہتا ہوں،اس کے بعد بھی ایک دوں گا۔انسان کو اپنے سالے صاحب پہ طنز کے تیر پھینکنے سے پہلے سو دفعہ سوچنا چاہیے۔" وہ نجانے کہاں اسے لے کر جا رہا تھا۔ایک جگہ اس نے گاڑی روک دی۔ خضر اس کے پیچھے چل پڑا۔

یہ ایک اونچی بوسیدہ عمارت تھی جس کی تیسری منزل پہ وہ دونوں موجود تھے۔کبیر نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا۔سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مارا،تو ایک ہلکے سبز رنگ کی دیواروں والا کمرہ روشن ہو گیا۔وہ الماری سے کچھ چیزیں نکال رہا تھا۔دو چار فائل لیے وہ اس تک آیا۔

"یہ میری اب تک کی پوری کمائی ہے۔ تمہیں ادھار کے طور پہ دے رہا ہوں۔رکھ لو۔لے جا کر مار دینا میرے تایا کے منہ پہ۔دادا نے کچھ چیزیں بھیجی تھیں تمہارے لیے لیکن میرا نہیں خیال تم وہ رکھو گے۔" وہ خضر کو اپنی طرف گھورتا ہوا پا کر گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"دیکھو جزباتی ہونے کا فائدہ نہیں ہے میری بات تحمل سے سنو۔آج یا کل تم اس سے بہت زیادہ پراپرٹی بنا سکتے ہو۔نہ بھی بنا سکے تو میری بہن کو اس سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔نہ ہی مجھے۔فی الحال صرف ایک ہی بات پہ آبجیکشن ہو سکتا ہے وہ یہ چند نوٹ اور کچھ جائیداد۔اس کے علاوہ

www.novelsclubb.com

ان کے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔میں اور دادا ہم دونوں تایا کے سامنے بے بس ہیں۔ بڑا ہی کوئی کمینے پن کا پتہ پھینکا ہے اس دفعہ۔ تم ان کے سامنے کھڑے ہو جاؤ باقی کے معاملات میں دادا سے فٹ کروالوں گا۔"

خضر حیات اسے بے تاثر نگاہوں سے دیکھتا رہا۔اسے بے عزتی محسوس نہیں ہوئی۔اسے نیچا نہیں دکھایا گیا مگر کچھ تھا جو دل میں آکر چبھا تھا۔

"میں ہانیہ کا رشتہ لے کر آؤں گا کل۔اپنی حیثیت بدلے بغیر۔انہیں جہاں کہیں بھی کوئی بھی سیکورٹی چاہیے ہو میں دینے کو تیار ہوں۔زمینیں۔کیش۔کچھ بھی۔تمہارے خلوص کا دل سے شکریہ۔"کبیر مراد نے من ہی من اسے گالیاں دیں۔محبت بھلے ہی چھوٹ جائے غیرت نہ چھوٹنے پائے۔

"اگلی دفعہ ہانیہ کی شادی کا کارڈ دینے آؤں گا۔"وہ اسے لیے باہر نکل رہا تھا۔خضر نے استہزاء یہ سر جھٹکا۔

"پیدل کیسے جاؤ گے میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔"

www.novelsclubb.com

"پیدل کون جارہاہے تم ہی ڈراپ کروگے۔"کبیر نے جیب سے سگریٹ نکالی۔بس اس سے زیادہ وہ نہیں کنٹرول کر سکتا تھا۔کون ساوہ دولہا تھا جس کی بری حرکتیں شادی سے پہلے کھل کر سامنے نہیں آنا چاہیے تھی۔

"ایک ڈاکٹر کے سامنے تم سگریٹ پی رہے ہو؟"ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"ڈاکٹر کو مرچی لگ رہی ہے تو وہ اپنا منہ پھیر لے۔"

"مستقبل کا بہنوئی ہوں۔"

"میری نظر میں تم مستقبل کے ناکام عاشق ہو۔"خضر ہنس دیا۔ہانیہ ٹھیک کہتی تھی جو بھی کبیر سے پہلی دفعہ ملتا تھا اس کا یہی دل چاہتا تھا کہ وہ اس کے سر پہ جوتے مارے۔کم از کم دس دفعہ۔

اگلے دن خضر کی ماں اور اس کی بڑی بہن مراد محل میں بیٹھے تھے۔اس وقت ڈرائینگ روم کے ایل شیپ صوفے پہ وہ دونوں بیٹھی ہوئی تھیں۔ان کے سامنے مراد خان بے داغ کپڑوں میں ملبوس تھے۔احسن مراد اپنے دونوں بیٹوں کامل اور بلال کے ساتھ بیٹھے تھے۔کبیر اور آسیہ ہانیہ کے پاس تھے۔

"پاپا آپ نے بتایا نہیں انہیں کہ ہانیہ کی شادی طے ہو چکی ہے۔" احسن نے پہلو بدل کر کہا۔

مراد خان ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھے رہے۔

"شادی فکس ہونے میں اور رشتے آنے میں فرق ہوتا ہے احسن بچے۔ اس کے رشتے آ رہے ہیں۔ شادی کی عمر ہو جائے تو یونہی رشتے آنے لگتے ہیں۔ خیر مسز حیات۔ ہم آپ کی بات پہ غور کریں گے۔ آسیہ بچے سے کہو کہ کھانا لگا دیں۔ بلال تم میرے ساتھ چلو۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے انداز یوں تھا کہ اس بارے میں کوئی بات نہیں کی جائے گی۔ احسن پہلو بدل کر رہے گئے۔

ان کے ساتھ ہی مسز حیات اور ان کی بیٹی بھی وہاں سے نکل آئی تھی۔ کبیر نیچے آیا تو ہر طرف خاموشی دیکھ کر چونک گیا۔ اگلے دن کا سورج نکلنے سے پہلے ہانیہ نے ایان سے شادی کرنے کی ہامی بھر چکی تھی۔ اس نے خضر حیات کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیا تھا۔

"آپ کے لیے ایک اور پروپوزل آیا ہے ہانیہ۔ لڑکا ڈاکٹر ہے۔ کارڈیولاجسٹ۔ مجھے بظاہر ایسی کوئی برائی نہیں نظر آئی اس میں لیکن آپ کی رضامندی ہر چیز سے زیادہ اہم ہے۔ ہے ناں احسن؟ خیر ان تین پروپوزل میں سے جو بھی آپ کو پسند ہو وہ بتا دیں۔"

www.novelsclubb.com

مراد خان نے پلیٹ میں چاول ڈالتے ہوئے سرسری ساذکر کیا۔ڈائینگ ٹیبل پہ اس وقت گھر کے سارے افراد موجود تھے۔سربراہی کرسی پہ مراد خان بیٹھے تھے۔ان کے دائیں طرف کبیر، کبیر کے ساتھ ہی ہانیہ بیٹھی تھی۔ان دونوں کے عین سامنے کامل، بلال اور احسن تھے۔آسیہ فی الحال کچن میں تھیں۔

"میں نے ایک رشتے کے لیے ہاں کہہ دیا ہے دادا۔ڈیڈ نے آپ کو نہیں بتایا؟"کبیر نوالہ چباتے ہوئے رکا۔

"کون؟"ہانیہ کے حلق میں گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی۔

"ایان مرتضیٰ۔"اس نے لڑکھڑاتے لہجے میں جواب دیا۔کبیر نے چمچ واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔چونک تو مراد خان بھی گئے تھے مگر انہوں نے چہرے سے ظاہر نہیں کیا۔

"میں شادی کے لیے تیار ہوں۔ڈیڈ جہاں کریں گے میں وہیں شادی کروں گی۔نیند آرہی ہے مجھے کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔"وہ کبیر کی طرف دیکھ کر کہتی اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

"کیا بکواس ہے یہ؟ تم اس بے غیرت آدمی سے شادی کر رہی ہو؟ دادا کر تو رہے تھے بات۔ تمہارا باپ اب کچھ نہیں کر سکتا ہے تو تم ڈرامے لگا رہی ہو۔" وہ اس سر پہ کھڑا چیخ رہا تھا۔ ہانیہ منہ لپیٹے پڑی رہی۔

"ہانیہ میں تمہیں چھت سے نیچے لٹکا دوں گا اگر تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا تو۔" وہ سخت جھنجھلاہٹ سے بولا۔ "خضر بار بار کال کر رہا ہے مجھے۔ میں کیا جواب دوں اب اسے؟"

"میں نہیں جانتی کسی خضر کو۔ اور تم دفعہ ہو جاؤ میرے کمرے سے۔" چند لمحے وہ اسے دیکھتا رہا پھر اس کا کمبل کھینچا۔

"اٹھو مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟" ہانیہ اسے دیکھتی رہی کچھ نہ بولی۔ کبیر آخر کار جھنجھلا کر باہر جانے لگا۔

"بات سنو کبیر۔ یہاں آؤ۔" وہ چلتا ہوا اس کے قریب گیا۔ ہانیہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا جسے کبیر نے تھام کر اسے اٹھنے میں مدد کی۔

تھوڑی دیر وہ اسے دیکھتی رہی پھر پوری قوت سے اسے تھپڑ مارا۔

www.novelsclubb.com

"آئیندہ میرے معاملات سے دور رہنا ٹھیک؟" وہ شل سا اسے دیکھتا رہا پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔اور اگلے دن ملک سے بھی چلا گیا۔

مراد خان کے سامنے ہانیہ کا ایان سے شادی کی رضامندی دینا ایک سوالیہ نشان بن گیا تھا۔ان کی پوتی کسی کو پسند کرتی تھی وہ کیوں کہیں اور اس کا رشتہ کرنے دے سکتے تھے؟اس رات وہ اس کی ہمت چیک کرنا چاہ رہے تھے۔وہ باہمت تھی۔وہ لڑ سکتی تھی۔وہ مراد خان کی پوتی تھی۔ اکلوتی پوتی۔مضبوط دادا کی مضبوط پوتی۔سب سے زیادہ لاڈلی۔وہ ظاہر کرتے بھی تھے نہ بھی کرتے لیکن وہ اس سے بہت محبت کرتے تھے۔

انہوں نے کبیر کو بھی اس لیے ہی بلوایا تھا۔کروڑوں کے تین اپارٹمنٹ،لاکھوں سے بھرے بینک اکاؤنٹ کیا کچھ نہیں دینے کو تیار تھے خضر کو۔یہ بات الگ تھی کہ وہ خوددار آدمی تھا۔ غیرت مند۔ان کی پوتی کو کوئی ایسا شخص ہی خوش رکھ سکتا تھا۔جس میں محنت کرنے کی ہمت تھی۔جو اپنا پیٹ مار کر بھی اس کا پیٹ پال سکتا تھا۔بلاشبہ وہ ایک بہترین انتخاب تھا۔

اتنے پاپڑ بیلنے کا یہ نتیجہ نکلا تھا؟ایک انکار؟مگر کیوں؟

وہ جو اس بات کا جواب ان تک پہنچا سکتا تھا۔ وہ بھی تو ناراض ہو کر رخصت ہو گیا تھا۔ اس ساری سیاست میں نقصان کس کا ہوا کچھ خبر نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فجر کی اذانیں فضا میں بلند ہونے لگیں۔ وہ اپنا چہرہ صاف کرتی وہاں سے اٹھ گئی۔ ذہن ماضی میں الجھ گیا تھا اور دل بالکل خالی ہو گیا تھا۔ اسے خضر کا آخری ملاقات میں رونا سسکنا سب یاد تھا۔ ایک منٹ کیا وہ واقعی آخری ملاقات تھی؟ نہیں تو!

وہ دونوں ایک کیفے میں بیٹھے تھے۔ ہانیہ ہاسپٹل سے براہ راست یہیں آئی تھی۔

"مجھے ایک دفعہ انکار کی وجہ بتاؤ ہانیہ پلیز ہم مل کر کچھ کر لیں گے۔ میں نے خود کو کئی سالوں تک اس لمحے کے لیے تیار کیا ہے۔ تم سے محبت کرنا میرے اختیار میں نہیں تھا لیکن اس رشتے کو آگے بڑھانا یا ختم کر دینا میرے اختیار میں تھا۔ میں اپنا مقام حیثیت سب جانتا تھا۔ میں خود کو اسی قابل تو بنا رہا تھا ہانیہ مجھے علم ہوتا یہ وقت اتنی جلدی آ جائے گا تو میں...."

"آئیندہ مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش مت کرنا۔میرے ہونے والے شوہر کو برا لگے گا۔"

خضر کے الفاظ دم توڑ گئے۔آنکھوں میں چمکتی نمی گرنے کو مچلنے لگی تو وہ نظریں جھکا گیا۔

"وجہ بتاؤ ہانیہ۔ضرور کسی نے تمہیں مجبور کیا ہے۔ہم مل کر سب ٹھیک کر لیں گے۔"وہ با مشکل آنسوؤں کا گلا گھونٹ کر بولا۔ہانیہ نے بے زاری سے اسے دیکھا۔

"شادی کرنے اور کمٹمنٹ کرنے میں فرق ہوتا ہے۔تم سے کمٹمنٹ کرتے وقت بھی کسی نے مجھے فورس نہیں کیا تھا۔اس کمٹمنٹ کو ختم کرتے وقت بھی کسی نے فورس نہیں کیا۔"توقف لیا۔"ایان سے شادی کرنے کے لیے بھی کسی نے فورس نہیں کیا۔وہ ایک اچھا انتخاب ہے۔ امید کرتی ہوں کہ اب ایک معزز انسان کی طرح پیش آؤ گے۔خدا حافظ۔"

www.novelsclubb.com

وہ بیگ کندھے پہ ڈال کر وہاں سے چلی گئی۔خضر نے مڑ کر اسے نہیں دیکھا۔اسے اس طرح سے جاتے ہوئے دیکھنا موت سے زیادہ برا ثابت ہو رہا تھا۔

خضر اپنی گود میں زائیشہ کا سر رکھے بیٹھا تھا۔وہ سو رہی تھی۔اس عورت کو اپنے سامنے دیکھنے کی کتنی خواہش تھی اسے۔دل نے کتنی ہی دفعہ اس سے عہد کیا تھا کہ وہ نہیں مچلے گا۔نہیں تڑپے گا۔مگر کمبخت پھر سے دغا دے گیا۔

ماضی کے یادیں ختم ہوئیں تو وہ خوبصورت سی لڑکی گھر جانے کے لیے تیار لگتی تھی۔

"آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں ڈاکٹر؟"وہ اپنے گال رگڑ کر صاف کر رہی تھی جب کانوں میں یہ آواز پڑی۔ہانیہ نے گہری سانس لی۔یہ ڈاکٹر عدنان تھے۔

"کیا مجھے آپ کو یا کسی اور کو اس بات کا جواب دینا چاہیے؟"

وہ ان کی طرف دیکھ کر بولی۔جو تقریباً چالیس سال کے ایک خوش شکل آدمی تھے۔

"بالکل نہیں۔اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں تھوڑی دیر یہاں آپ کے ساتھ بیٹھ سکتا ہوں؟"

ہانیہ کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"میرا اور آپ کا ایسا کون سا تعلق ہے،جو آپ میرے ساتھ بیٹھنا چاہ رہے ہیں؟"وہ تھوڑے فاصلے پہ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ہانیہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں میں آپ کے بڑے بھائیوں کی طرح ہوں۔بیٹھ جائیں بہت دیر سے رو رہی ہیں مجھ سے بات کر کے آپ بہتر محسوس کریں گی۔"ہانیہ ایک قدم ان کی قریب آئی۔

"اللہ نے مجھے پہلے ہی بھائی دیے ہیں۔نہ بھی دیے ہوتے تب بھی مجھے میرے ورک پلیس پہ رشتے داریاں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔مجھے زبردستی کے منہ بولے بھائیوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" تلخی سے کہتے ہوئے وہ ان کی طرف جھکی۔

"میرا بھائی وہی ہے جسے میرے والدین نے پیدا کیا اور وہ جسے میری ماں نے دودھ پلایا۔آپ جیسے منہ بولے بھائی اپنا ہاتھ سر پہ رکھتے کب کمر تک لے جاتے ہیں کچھ اندازہ نہیں ہوتا۔آئیندہ میرے ساتھ بیٹھنے کی جرات مت کریئے گا۔"اس نے انگلی اٹھا کر انہیں وارن کیا اور وہاں سے چلی گئی۔وہ وہیں بیٹھے اس لڑکی کے بارے میں سوچتے رہے۔

دل پہلے ہی خراب تھا موڈ بھی اس آدمی نے خراب کر دیا تھا ہانیہ پھٹتے سر کے ساتھ گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔

www.novelsclubb.com

'تم موو آن کر چکی ہو گی مگر تم سے محبت کرنے والے اسی راہ پہ آج بھی کھڑے ہیں جہاں تم انہیں چھوڑ آئی تھی۔ تنہا۔ بے سہارا۔'اسے کسی وقت میں کبیر کا کہا گیا یہ جملہ یاد آیا۔

"میرے پاپا کہاں ہیں آنٹی؟"

اسے اس بچی کا خضر کو پاپا کہہ کر پکارنا یاد آیا۔

یہ تھی وہ راہ جس پہ وہ چھوڑ کر آئی تھی وہ؟ کیا اس کی بات کیا کرتا تھا کبیر کہ وہ آدمی موو آن نہیں کر سکا۔ ایک بچی کا باپ ہو کر بھی نہیں؟ اتنے سالوں تک وہ اس گلٹ میں جی رہی تھی کہ اپنی خود غرضی میں وہ خضر کا کتنا بڑا نقصان کر چکی تھی۔

اسے لگتا تھا کہ وہ خضر کی زندگی تباہ کر چکی ہے۔ وہ تنہا زندگی گزار رہا ہے۔ وہ موو آن نہیں کر سکا۔ کبیر کی زبانی جب بھی کچھ وہ سنتی تھی اگلے کئی مہینوں تک وہ اس گلٹ کے ساتھ جیتی تھی۔ آج اس کا سارا گلٹ ختم ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مدیحہ اپنے گھر میں کھڑی ہاتھوں میں کوئی کریم لگا رہی تھی۔گیلے بال پشت پہ کھلے تھے۔صبح ہونے ہی والی تھی وہ سخت تھکی تھی۔وہ کئی گھنٹے سکون سے سونا چاہتی تھی مگر کام پہ جانا تھا۔ایک گہری سانس لے کر وہ آئینے کے سامنے سے ہٹی۔

"کبیر فصیح کا بیسٹ فرینڈ تھا۔اس نے فصیح کے انتقال کے بعد سارے معاملات دیکھے تھے۔یعنی وہ آسانی سے ان کے گھر میں آ اور جا سکتا ہے۔پھر اس دن جب اس نے میرے چینل کے شئیرز خریدے۔اس دن احمد انکل نے یہ کیوں پوچھا تھا کہ کون کبیر؟ حالانکہ اس نیوز چینل پر تو کبیر کا پورا نام لیا جا رہا تھا اور اس کی تصویر بھی دکھائی جا رہی تھی۔یہ کیا چل رہا ہے آخر؟ زرین اگر نہیں جانتی تو سمجھ آتا ہے لیکن احمد انکل؟ وہ کیسے نہیں جانتے ہوں گے؟" وہ پیشانی پہ بل ڈالے کھڑی سوچ رہی تھی۔

"اب اس بات کا جواب یا تو کبیر دے سکتا ہے یا پھر احمد انکل۔گیم کون رہا ہے میرے ساتھ۔وہ دولت مند آدمی یا پھر وہ معزور شخص؟" وہ کچھ سوچتی بیڈ کی طرف بڑھی۔بیڈ پہ نگاہ گئی تو وہاں

www.novelsclubb.com

ایک خوبصورت سا لیونڈر کلر کا ڈریس رکھا ہوا تھا۔ جسے آج اس نے چند منٹ قبل ہی تبدیل کیا تھا۔

اور اگر تم وقت تو تھوڑی دیر پیچھے لے جاؤ تو حسن ولا میں آج معمول سے ہٹ کر چہل پہل محسوس کی جا سکتی تھی۔ ملازم یہاں سے وہاں دوڑتے بھاگتے ہوئے آ رہے تھے۔ آج بالآخر حمزہ کی منگنی کا فنکشن تھا۔ کچھ لوگ لوکیشن پہ پہنچ چکے تھے کچھ کی اب تیاری شروع ہوئی تھی۔

حسن ماموں اور عالم ماموں بڑی ممانی کے ساتھ پہلے ہی ہال کے لیے نکل چکے تھے، لیکن ان دونوں میں سے کسی ایک نا ایک انسان کا آنا جانا لگا تھا۔ اس وقت حسن ولا میں سعد بھائی، حمزہ، نعیمہ ممانی اور مدیحہ ہی تھے۔ جواد کچھ دیر قبل ماموں کے ساتھ کسی کام سے گیا ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

ملازموں کو لاؤنج میں چھوڑ کر دوسری منزل کے سب سے پہلے کمرے میں جاؤ تو حمزہ بلیک کوٹ پینٹ پہ سفید شرٹ پہنے بالوں کو سیٹ کیے تیار کھڑا تھا۔ نعیمہ ممانی کا مدار سوٹ میں ملبوس اس کی نظر اتار رہی تھیں۔

"کتنا نور آ گیا ہے ماشاءاللہ۔" وہ اس کا گال چوم کر پیچھے ہٹیں۔ سعد سفید پینٹ پہ سرمئی رنگ کی شرٹ پہنے کھڑا اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر سعد نے اپنے بازو کھولے حمزہ ہنستے ہوئے اس کے گلے لگا۔ ان دونوں میں بھائیوں میں بہت پیار تھا۔

"کرن ارجن کا ملن ہو گیا ہو تو ہم نکلیں؟" مدیحہ کی خفا خفا سی آواز آئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر اسے۔ مدیحہ خفگی سے انہیں دیکھتی حمزہ کے کندھے سے لگی۔ چند لمحے پہلے ہی دونوں نے مل کر اسے خوب تنگ کیا تھا۔

"گھر کی پہلی شادی ہے۔" سعد پیچھے ہٹ گیا تھا جب مدیحہ کی ریلیکس سی آواز آئی۔

"میری بھی۔" حمزہ کھل کر مسکرایا۔ وہ ہنسنے لگی۔

"مجھے تو منگنی کا کہہ کر بلوایا گیا تھا یہاں تو شادیاں ہو رہی ہیں۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے سعد بھائی یہ تو شادی کا ہی فنکشن ہوا ناں۔ آئی مین اب سے تو ساری رسمیں شروع ہے ناں؟"

"بالکل۔" حمزہ نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔ "میری پہلی شادی کی پہلی رسم۔"

www.novelsclubb.com

"جتنی خرافاتی بیوی ثابت ہو گی تمہاری تم ایک شادی پہ بھی لعنت بھیجو گے۔" سعد نے گھڑی باندھتے ہوئے کہا۔ سنہری آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں۔ حمزہ نے سر جھٹکا۔

"تم لوگوں کو آخر پتا نہیں کیا مسئلہ ہے اس سے۔ اچھی لڑکی ہے وہ۔ ہر چھوٹی بات پہ رونا دھونا، نخرے تو ساری لڑکیاں کرتی ہیں۔"

"میں تو نہیں کرتی۔"

"لڑکیوں کی بات ہو رہی ہے خاتون۔" سعد نے آئینے میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھ کر کہا۔ ایک لمحے کے لیے مدیحہ کو مراد خان کا وہ لاڈلا پوتا یاد آیا۔ یہ انداز گفتگو تو اس کا تھا۔ آج کل وہ ہر بات پہ یاد آ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"سب سیٹ ہو گیا ہو تو چلیں؟" اس نے آج سلک کی میکسی پہن رکھی تھی۔ لیوینڈر کلر کی پاؤں کو چھوتی میکسی اسے حد سے زیادہ حسین بنا رہی تھی۔ جن کی آستین نیچے لٹک رہی تھیں۔ کانوں میں چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈ پہنے وہ معمول سے ہٹ کر حسین لگ رہی تھی۔ اس نے اپنے بھورے بالوں کو کندھے پہ دائیں جانب ڈال رکھا تھا۔

ہال مہمانوں سے بھر چکا تھا۔وہ حمزہ کا بازو تھامے اعتماد سے چل رہی تھی۔حمزہ کی زندگی میں بہن کی کمی مدیحہ ہی پوری کرتی تھی اس بات سے بے خبر اس کی ہونے والی بیوی مدیحہ کو عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

چند لمحوں کے بعد انہوں نے ایک دوسرے کو انگوٹھی پہنادی تھی۔لوگ ہاتھ میں کھانے کی پلیٹ لیے یہاں سے وہاں چل رہے تھے۔مدیحہ بھی کان سے موبائل لگائے ایک کونے میں کھڑی تھی۔آج اس کی ہیل نجانے کیوں بہت تکلیف دے رہی تھیں۔

"کیسی ہو مدیحہ؟"اس کے عقب سے یہ آواز آئی اور مدیحہ کی سانس ایک لمحے کے لیے رکی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو بھورے رنگ کے سوٹ میں ملبوس 'وہ' اس کے سامنے کھڑا تھا۔وہی جس سے مدیحہ کئی سالوں تک منسوب تھی۔جنید اس کا ایکس منگیتر۔

مدیحہ کا ذہن کچھ عرصہ پیچھے چلا گیا۔جس روز کبیر نے اسے انشیکا کے قتل کی رات کی فوٹیج دکھائی تھی اس روز جنید بھی وہیں اسی ریستوران میں موجود تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔امید کرتی ہوں کہ تم بھی ٹھیک ہو گے۔" وہ بوکھلا ہی تو گئی تھی۔ جنید ایک تیس بتیس سال کا خوش شکل سا نوجوان تھا۔

"یہ میری فرسٹ کزن ہے۔" اس نے حمزہ کے پہلو میں کھڑی لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ مدیحہ نے سر ہلایا۔

"اچھی بات ہے۔ایکسیوز می۔"

"میں تمہاری اس گھبراہٹ کا کیا مطلب سمجھوں مدیحہ؟ یہی کہ تم آج تک اس ایک منگنی سے موو آن نہیں کر سکی اور کیا تمہاری اس بے چینی سے مجھے فرق پڑنا چاہیے؟" مدیحہ کے آگے بڑھتے قدم رکے۔ گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"تم کیا سمجھنا چاہ رہے ہو مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔ میں کیا سوچ اور سمجھ رہی ہوں تمہیں اس سے بھی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ میرے بار بار جانے پہ تم میری توجہ کے لیے جو کچھ کر رہے ہو سامنے کھڑی تمہاری بیوی دیکھ رہی ہے۔ وہ کیا سمجھے گی اس سے فرق پڑنا چاہیے۔" اس نے نظر سامنے اٹھائی تو دھک سے رہ گیا۔

www.novelsclubb.com

"وہ منگنی میرے گارڈین کا فیصلہ تھی۔میرے لیے اگر اہم ہوتی تو میں اسے کبھی توڑتی ہی نہیں۔مہمان ہو تم اور مدیحہ مہمانوں کی بہت عزت کرتی ہے۔آئیندہ یوں میرا راستہ روکنے کی کوشش مت کرنا ورنہ میں بدلحاظ ایک زمانے سے مشہور ہوں۔"وہ انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتی وہاں سے ہٹ گئی تھی۔اس کا سارا موڈ خراب ہو گیا تھا۔وہ موو آن نہیں کر سکی؟واؤ۔اوقات دیکھی ہے اپنی؟

شکر تھا آج کے فنکشن میں چچا اور ان کی فیملی نہیں آئی تھی ورنہ وہ ایک ساتھ اتنے ناقابل برداشت انسانوں کے ساتھ کیسے وقت گزار سکتی تھی۔اس سارے وقت میں وہ کسی کی نظروں کے حصار میں تھی اس بات سے بے خبر مدیحہ اپنی دھن میں مگن تھی۔کوئی اس جرنلسٹ سے کہے کہ اتنی لاپرواہی نہیں اچھی۔

"ہیلو؟"پھر اسی نامعلوم نمبر سے کال آنے لگی۔وہ ایک کونے میں چلی آئی۔

"کیا آپ کو میری آواز آرہی ہے؟"

"جی آرہی ہے۔"

www.novelsclubb.com

"کبیر مراد کی سیکرٹری جولیا۔وہ چھ سات راتوں سے لاپتہ ہے۔آخری بار اسے ایک گلی میں دیکھا گیا تھا۔اب اس کا کوئی پتہ نہیں۔" مدیحہ کی پیشانی پہ بل پڑے۔اطلاع دینے والے آدمی کو اس نے جولیا کے پیچھے لگایا تھا مگر اس دفعہ پھر اس سے چوک ہو گئی۔

"ٹھیک ہے۔میں دیکھتی ہوں۔"اس نے کال کاٹ دی۔اطراف میں دیکھا لوگ خوشی سے قہقہے لگاتے باتوں میں مصروف تھے۔وہ فنکشن چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی۔حمزہ ہرٹ ہو جاتا۔

مدیحہ نے اپنے طور پر بہت پتہ لگایا مگر ناکام رہی۔اب اس معاملے کو بھی کبیر دیکھے گا۔کیا کبیر کو علم ہے کہ جولیا لاپتہ ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

آج کافی دنوں کے بعد بارش ہوئی تھی۔سردیوں کی آمد تھی اور بارش نے فضا میں مزید خنکی گھول دی تھی۔ایسے میں ہم چاندنی چوک کی تنگ گلیوں میں جائیں تو وہاں قطار در قطار ریستوران بنے تھے۔کچھ دکانیں بند تھیں کچھ میں کسٹمر نظر آ رہے تھے۔ان دکانوں اور

ریستوران کو نظرانداز کر کے آگے بڑھو تو ایک کالونی کی طرف جاتی سڑک پر کبیر مراد خاموشی سے چل رہا تھا۔

عادت کے خلاف وہ آج سفید رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔اس کے چوڑے شانے مزید چوڑے لگ رہے تھے۔بال سرک کر ہمیشہ کی طرح پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ بھورے رنگ کے لباس میں ملبوس اس کے ساتھ قدم اٹھاتی ہانیہ مراد مسلسل اپنے لب کچل رہی تھی۔

"ایسے ہی چلتے رہے تو انشاءاللہ پاکستان تک پہنچ جائیں گے۔" وہ گھڑی میں وقت دیکھ کر بولا۔ پچھلے پینتیس منٹ سے وہ اس کے ساتھ چل رہا تھا۔وہ اب تک کچھ نہیں بولی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میں خضر سے ملی تھی کل رات۔"

"تم کہو تو میں بھی مل لیتا ہوں۔" اس نے خفگی سے اپنے ساتھ چلتے مرد کو دیکھا۔

"تم تو کہہ رہے تھے وہ موو آن نہیں کر سکا۔کل وہ اپنی بیٹی کے ساتھ ہاسپٹل آیا تھا۔"

"تمہیں کیا برا لگا؟اس کا موو آن کر جانا یا اس کا بیٹی پیدا کرنا؟"وہ رک کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔"تم نے جس طرح سے اسے ریجیکٹ کیا تھا کیا اس کے بعد بھی تم چاہتی تھی کہ وہ تمہارا روگ لے کر بیٹھا رہے؟اس کی زندگی پہ اس کا کوئی حق نہ رہے؟"

"میرے پاس انکار کا حق تھا۔"

"بے وفائی کا نہیں تھا۔"

"میری مجبوری تھی۔"

"بے وفائی کبھی مجبوری نہیں ہوتی۔"ہانیہ کو یہ الفاظ کسی تھپڑ کی طرح لگے۔

"کچھ معاملات میں ہوتی ہے۔"

"میری نظر میں کسی معاملے میں نہیں ہوتی۔تم ریجیکٹ کر کے شادی کرو۔انجوائے کرو اور وہ اپنی بیٹی کو ہاسپٹل بھی نہیں لے جا سکتا؟انہوں ہانیہ ڈبل اسٹینڈرڈ۔"

ہانیہ کو پتا نہیں کیا مگر کچھ بہت برا لگا۔وہ دونوں ایک بینچ پہ آ کر بیٹھ گئے۔

www.novelsclubb.com

"میں نے ایسا کچھ نہ سوچا نہ میں ایسا چاہتی ہوں۔اس کی بچی چار پانچ سال کی تھی تم نے مجھ سے غلط بیانی کی تھی کہ وہ شادی شدہ نہیں ہے؟"کبیر چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

"وہ شادی شدہ نہیں ہے۔"

"اس کا ایک بچہ ہے۔"

"بچے کا شادی سے کیا تعلق؟وہ غیر شادی شدہ ہے۔"

"میں نے اپنی آنکھوں سے ان دونوں باپ بیٹی کو دیکھا ہے۔اب مزید جھوٹ بولنا بند کر دو تم۔"وہ تقریباً چیخی۔

"وہ اس کی بیٹی نہیں ہے۔وہ اس کی بہن کی بیٹی ہے۔وہی بہن جو تمہارا ہاتھ مانگنے اپنی ماں کے ساتھ آئی تھی۔جس سال تمہاری شادی ہوئی اسی سال اس کی بہن کی بھی شادی ہوئی تھی۔اسی سال بچہ بھی ہوا۔اس کے اگلے سال اس کی بہن کا انتقال۔باپ نے دوسری شادی کر لی تو بیٹی کو نانی کے در پہ چھوڑ گیا۔"اس سے پہلے کہ ہانیہ اسے زمین سے پتھر اٹھا کر مارنا شروع کر دیتی وہ شریف بچوں کی طرح بتانے لگا۔

"وہ اسے پاپا کہہ رہی تھی۔" ہانیہ تھوڑی دیر بعد بولی۔

"چھوٹی بچی ہے۔ ہر بچے کی طرح اسے بھی باپ کا پیار چاہیے نام چاہیے۔ خضر نے منع کیا تھا اسے وہ نہیں مانی تو کسی نے زیادہ زور نہیں دیا۔ بغیر ماں باپ کے بچے بہت جلد سمجھدار ہو جاتے ہیں وہ بھی سمجھ جائے گی ایک دن سب۔" ہانیہ کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا رد عمل دے۔

"خضر اسی ہاسپٹل میں کام کرتا ہے۔ سامنا ہوتا رہے گا اپنا دل مضبوط کر لو۔" اس نے آنکھوں پہ گلاسز لگائے۔ اسے کہیں نکلنا تھا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ہانیہ کے لیے گاڑی آ گئی تھی البتہ کبیر کا رخ واپس چاندنی چوک کی طرف تھا۔

"وہ اگر مجھ سے سوال کرے تو؟" کبیر نے قدم تھمے۔

"اس سے سچ کہنا ہانیہ۔ مرد عشق میں مبتلا ہو کر کتا بن جاتا ہے۔ تم ہڈی پھینکو یا نہ وہ تم سے وفادار رہے گا۔ وہ تم پہ کبھی گواپ نہیں کر سکا۔ تم اس کو سچ بتاؤ یا جھوٹ وہ آنکھ بند کر کے مان لے گا مگر تم اس کو سچ بتانا صرف سچ۔"

وہ بغیر اس کی طرف دیکھے آگے بڑھ گیا ہانیہ بجھے ہوئے دل سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"آپ ایسا نہیں کر سکتے ہیں سنا آپ نے؟ میرے بازوؤں میں اتنا دم ضرور ہے کہ میں اپنا اور اپنی بہن کا پیٹ پال سکوں۔" ایک بیس اکیس سال کا لڑکا سامنے کھڑے مرد پہ چیخ رہا تھا مگر وہ رخ پھیرے دوسری طرف دیکھتے رہے۔

گیارہ سال کی ایک گندمی رنگت اور سبز آنکھوں والی بچی پردوں کے پیچھے چھپی کھڑی تھی۔اس نے اپنی سانسیں بھی روک لی تھیں۔

"ابا پلیز۔وہ بہت چھوٹی ہے۔وہ کیسے اتنے چھوٹے اور عجیب سے محلے میں رہ سکتی ہے؟ آپ اس کی طبیعت بھی جانتے ہیں وہ ایک نارمل بچی نہیں ہے۔اپنے گھر سے الگ ہو جائے گی تو پھر مزید اس کی حالت بگڑ سکتی ہے۔" وہ تقریباً ہار گیا تھا۔

پچھلے دو دن سے یہ بحث جاری تھی۔اس کی ماں کو مرے آج چالیسواں روز تھا۔اور پچھلے ایک ہفتے سے دونوں باپ بیٹے میں اسے لے کر بحث چل رہی تھی۔ابا چاہتے تھے زرین اپنی خالہ کے ساتھ لکھنؤ چلی جائے۔ فصیح اس کے سخت خلاف تھا۔وہ شروع سے ہی بہت کم گو اور گم سم سی

تھی۔ماں کے علاوہ جو تھوڑی بات کر لیتی وہ فصیح سے کرتی تھی۔ابا سے چند ایک ضروری باتوں کے علاوہ وہ ایک لفظ نہیں کہہ سکتی تھی۔کچھ ان کا رعب، غصّہ اور رویہ ایسا تھا کچھ وہ خود بھی ہمیشہ ڈری سہمی سی رہتی تھی۔

فصیح ہاسٹل میں رہتا تھا۔اس نے ماں کو آخری وقتوں میں نہیں دیکھا تھا مگر زرین نے دیکھا تھا۔ ماں کو رو کر سسک کر دم توڑتے ہوئے دیکھنے کے بعد وہ ہر چھوٹی بات پہ چیخنا شروع کر دیتی تھی۔ فصیح اس کے حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس بات کے سخت خلاف تھا کہ اسے گھر سے الگ کر دیا جائے۔

"تم حالات کی نزاکت کو نہیں سمجھ رہے ہو۔میں سمجھتا ہوں۔اسے ایک عورت کی ضرورت ہے۔ایک مدت کے بعد اسے جب کسی عورت کی ضرورت محسوس ہو گی تب تم کیا کرو گے؟ چند ایک سال اسے اپنی خالہ کے ساتھ رہنے دو وہ ایک اچھی خاتون ہیں۔زرین کی اچھی تربیت کر سکیں گی۔تمہاری ماں تو یہ کام کر نہیں سکی۔تم ہاسٹل میں رہتے ہو، میں گھر آدھی رات کو

www.novelsclubb.com

لوٹتا ہوں اس سارے وقت میں وہ کہاں جائے گی؟" وہ اس کی طرف گھومے۔ فصیح نے تاسف سے سر ہلایا۔

"آپ اس کے کسی کو ہائیر کر لیں۔ کوئی نینی کچھ بھی۔"

"میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ اب زیادہ بحث نہ ہو۔ اس کی چیزیں پیک کرواور بات ختم کرو۔" وہ رعب سے کہتے وہاں سے نکل گئے۔ فصیح سر ہاتھوں میں گرائے صوفے پہ بیٹھ گیا۔ وہ اس وقت زرین کے کمرے میں موجود تھے۔ ابا کو کمرے میں آتا ہوا دیکھ وہ پردوں کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ اس سے پہلے وہ اسے ڈھونڈتے فصیح چلا آیا تھا۔

"باہر نکل آؤ بیٹا۔ چلے گئے ہیں وہ۔" اس نے بہت نرمی سے کہا۔ زرین چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے پاس چلی آئی۔ جو اپنی عمر سے کم از کم چال سال چھوٹی لگتی تھی۔ بے حد کمزور جسم کے ساتھ وہ اتنے ہی بڑے قدم اٹھا سکتی تھی۔ فصیح کو اس بھیگے گال دیکھ کر تکلیف ہوئی۔

"بھائی سب سنبھال لے گا۔" اس کے آنسوؤں کو صاف کرتا وہ بہت محبت سے بولا۔ زرین اس کی گودی میں سر رکھ لیٹ گئی۔ فصیح نے اسے گودی میں اٹھایا پھر اسے بیڈ پہ احتیاط سے لٹا دیا اور خود اس کے ساتھ بیٹھ کر اس کی پشت تھپکنے لگا۔

"میں خالہ کے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

"تمہیں ابا سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں انہیں تمہارے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کرنے دوں گا۔"

"میں اکیلی ہو جاؤں گی۔ آپ کچھ دنوں تک چلے جائیں گے ابا میرے ساتھ کبھی نہیں بیٹھیں گے۔ میں اکیلی رہ جاؤں گی۔ مجھے اکیلے رہنے سے ڈر لگتا ہے۔" فصیح چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر جھک کر اس کی دونوں آنکھیں چومیں۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی اس بارے میں فصیح بھی جانتا تھا۔

"بس ایک دو سالوں کی بات ہے میری پڑھائی مکمل ہوتے ہی میں تمہیں واپس لے آؤں گا۔"

"آپ ملنے آیا کریں گے ناں؟" وہ ایک امید سے بولی۔

"میں ہر بار تمہارے بلانے پہ آؤں گا۔ تم نہ بھی بلاؤ تب بھی آؤں گا۔اور تم اکیلی نہیں ہو۔بھائی ہے نا تمہارے ساتھ۔ چلو اب سو جاؤ۔"زرین نے اٹھ کر اس کا گال چوما پھر آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ گہری نیند سو چکی تھی۔ فصیح چپ چاپ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا رہا۔

زرین کو بھیجنا چاہیے یا نہیں۔بہت مشکل فیصلہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مہنگی اور بے حد پاپولر بازاروں میں سے ایک بازار خان مارکیٹ بھی ہے۔یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ یہ دہلی کا سب سے شاندار بازار ہے۔یہاں بوتیک، شورومز اور اچھے اسٹورز کی قطار بنی ہوئی تھی۔ان قطاروں کو نظر انداز کر کے آگے بڑھو تو بک اسٹورز نظر آنے لگے، فقیر چند بک اسٹور نظر آیا۔ کئی سال پرانا یہ بک اسٹور ایک پرفیکٹ aesthetic وائب دیتا تھا۔دور دراز سے لوگ یہاں آتے تھے۔ایک منٹ کے لیے دل چاہا کہ کتابیں ہی دیکھ لیں مگر ہماری کہانی کسی دوسرے پڑاؤ پہ ہماری منتظر کھڑی تھی۔

قطار در قطار بنے ریستوران اور بیکریوں میں سے ایک خوبصورت ریستوران کے باہر رکھی کرسیوں پر کبیر مراد بیٹھا تھا۔ سامنے رکھی میز پہ بھاپ اڑاتے کافی کے کپ رکھے تھے۔ سیاہ شرٹ کے اوپری بٹن کھلے تھے۔ اگر غور سے دیکھو تو اس کے کھلے گریبان سے ایک سلور چین نظر آ رہی تھی۔

سامنے دائیں گال پہ ہاتھ رکھے رابیل ملک اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے موسم کی مناسبت سے پیروں کو چھوتی ہلکے گلابی رنگ کی پوری آستینوں والی فراک پہن رکھی تھی۔ ڈائی کیے ہوئے بالوں کو کھلا چھوڑا ہوا تھا۔

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ یہ خواب ہے۔ تم میرے سامنے بیٹھے ہو اور میں تمہیں دیکھ سکتی ہوں۔ چھو سکتی ہوں۔" وہ مسکرایا۔ وہ بھی مسکرائی۔

"میں نے تمہارا کام کر دیا۔ اب تم وہ کرو گی جو میں کہوں گا۔" اس نے میز پہ رکھے ایک کاغذ کی طرف اشارہ کیا۔ یہ ایک شاندار فلم کا کانٹریکٹ تھا۔ جس پہ تھوڑی دیر قبل رابیل نے اپنے دستخط کیے تھے۔

www.novelsclubb.com

"اس کی ضرورت نہیں تھی کبیر۔ تم کچھ بھی کہو میں ماننے کو تیار ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ آگے کو اس کی طرف جھکا پھر ایک ایک لفظ رک رک کر ادا کیا۔

"میری عورتوں سے دور رہو ورنہ کسی دن میری غیرت جاگ جائے گی اور اس دن میں تمہیں کہیں کا نہیں چھوڑوں گا، رابیل۔"

"تم وضاحت کرو گے تمہاری عورتوں میں کون کون شامل ہے؟ ایک تمہاری ماں۔ تمہاری بہن اور کون؟"

کبیر نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تھے مگر کچھ کہہ نہ سکا۔ کیوں؟ کیونکہ سامنے سے کسی بات پہ ہنستی ہوئی وہ چلی آ رہی تھی۔ سیاہ آنکھیں چھوٹی ہو گئی تھیں۔ بھورے بال ہوا سے اڑ کر اس کے چہرے پر آ رہے تھے۔ اس کے ساتھ چلتی لڑکی کچھ کہہ رہی تھی اور وہ بری طرح ہنس رہی تھی۔ اس کی عورتوں میں کون کون شامل ہے؟ دل نے کچھ کہنا چاہا مگر کبیر نے اسے ڈپٹ دیا۔

www.novelsclubb.com

"میرے خاندان سے دور رہو۔ تمہارا جو بھی مسئلہ ہے میرے ساتھ ہے۔انہیں ان سب میں گھسیٹنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اگلی دفعہ میں یہ ہر گز برداشت نہیں کروں گا کہ تم نے میری بہن کے متعلق کسی سے بھی کوئی بھی بکواس کی ہے۔" وہ اسے اب اس دن کی پارٹی کا حوالہ دے رہا تھا۔

اگر تم داستان کی دوسری طرف آؤ تو مدیحہ فاروق ہاتھوں میں ڈھیر سارا شاپنگ بیگ لیے ایک ریستوران میں بیٹھ رہی تھی۔اس کے سامنے والی نشست پر تنوی بیٹھی تھی۔

"بس ایک دن اتنا امیر ہونا ہے کہ خان مارکیٹ کی ایک ایک بوتیک،اسٹور اور شورومز کی چیزیں خرید سکوں۔" مدیحہ نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔وہ آرڈر دے رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میں سوچ رہی ہوں لاؤنج کا فرنیچر بدل دوں۔جب سے گھر میں شفٹ ہوئی ہوں ایک ہی فرنیچر استعمال کر رہے ہیں ہم۔" زیادہ ہنسنے کے باعث اسے کھانسی آنے لگی تھی۔

"اچھا خیال ہے لیکن پیسے ہیں تمہارے پاس؟" مدیحہ نے نفی میں سر ہلایا۔تنوی گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"اچھا ویسے وہ بنگلہ بنوایا کتنے میں تھا تم نے؟" اس نے اچانک ہی سوال کیا۔

"بنوانے کا تو نہیں معلوم بابا کو ہی اصل علم ہو گا لیکن جب آگ لگی تھی گھر میں اس کے بعد میں نے اس کو دوبارہ سے تعمیر کروایا تھا تقریباً... تو اس وقت لگ بھگ سات کروڑ لگے تھے۔" تنوی کو پانی چڑھ گیا۔ وہ کھانسنے لگی۔

"انڈین سات کروڑ؟"

"نہیں تو کیا جاپانی؟"

"اتنی امیر ہوا کرتی تھی تم؟" ان کا آرڈر آ گیا تھا۔ مدیحہ نے پیزا کا سلائس اٹھایا۔

"اتنے سالوں تک ایک روپیہ بھی ادھر ادھر نہیں کیا تھا میں نے۔ محنت سے کمایا۔ کچھ میرے پاس ہیرے تھے، ان کو بیچ کر رقم آئی اور کچھ میں نے کسی سے ادھار لیے۔ آج تک ان کا قرضہ چکا رہی ہوں۔" تنوی نے واہ والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"پھر بھی غریبی کے رونے روتی ہو تم۔"

"امیر ہونے میں اور امیر دکھنے میں فرق ہوتا ہے۔ جتنی میری تنخواہ ہے اس سے میں امیر دکھ سکتی ہوں۔ بن نہیں سکتی۔ اس لیے میں ہمیشہ زیادہ کے چکر میں رہتی ہوں۔"

"یعنی لالچی ہو؟"

"بالکل۔ میں بہت زیادہ لالچی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے پاس ہر وہ چیز ہو جس کی مجھے تمنا ہے۔ ہر انسان کو چاہیے ہوتا ہے۔ بس خواہش پوری کرنے کا طریقہ الگ الگ اپنا لیتے ہیں لوگ۔ جیسے میں ابھی دن رات جاگ کر محنت کر رہی ہوں۔ سیونگ کر رہی ہوں اگلے پانچ چھ سالوں تک میں امیر بن جاؤں گی۔" تنوی کو اس کی بات کچھ سمجھ نہیں آئی۔ مدیحہ نے اس کا حیران چہرہ دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"یا اللہ۔ بہت آسان بات ہے۔ اب دیکھو کبیر مراد کتنا امیر آدمی ہے۔ لیکن وہ ہمیشہ ان ہی برانڈ کے کپڑے پہنتا ہے جو کوئی بھی مڈل کلاس آدمی پہن سکے۔ وہی گھڑی پہنتا ہے جو سب خرید سکتے ہوں۔ ان ہی گاڑیوں میں گھومتا ہے جن گاڑیوں میں مڈل کلاس آدمی چلتے ہیں۔ وہ امیر ہے۔ اسے امیر نظر آنے کا شوق نہیں ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کے بینک اکاؤنٹ خالی ہوتے

ہیں مگر وہ شو ایسے کرتے ہیں جیسے اڈانی اور امبانی جیسے آدمیوں کو اپنے کتے کی رکھوالی کے لیے رکھا ہو۔"اب کے اسے سمجھنے میں دقت نہیں ہوئی۔

"ان کو امیر دکھنے کا شوق ہوتا ہے۔وہ کسی بھی محفل میں جاتے ہیں تو مہنگے برانڈز پہننے کی کوشش کرتے ہیں۔اب یہ بات الگ ہے کہ اس برانڈ کی چیزوں کو خریدنے کے لیے انہوں نے کچھ دن پھٹے جوتے پہنے تھے۔یعنی وہ امیر ہوتے نہیں ہیں بس دکھنا چاہتے ہیں۔زارا،ایل وی،گچی جیسے برانڈ تم بھی افورڈ کر سکتی ہو میں بھی لیکن ہم کہاں سے زیادہ کپڑے لیتے ہیں؟"

"سروجنی سے۔"اس نے جوس کا اسٹرا لبوں پہ رکھ کر کہا۔

"بالکل سروجنی سے۔کیونکہ تم اپنے کپڑے دو بار سے زیادہ نہیں پہنتی اور مجھے جو مزہ سروجنی کے کپڑوں میں آتا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔کپڑوں،جوتوں اور زیورات پہ پیسے اڑانے کا وقت نہیں آیا ہے میرے لیے ابھی۔میں جواد کی شرٹس اور اپنی کاٹن کی ساڑھیوں سے کام چلا لیتی ہوں۔مجھے امیر بننا ہے۔صرف نظر نہیں آنا ہے۔"مدیحہ نے بھی اسٹرا لبوں میں دبائی۔

www.novelsclubb.com

"میں نے غیربی دیکھی ہے۔حالانکہ میرے باپ نے مجھے بہت عیش کروائی۔کچھ سال میں نے غریبی کاٹی ہے اوراب میں چاہتی ہوں کہ جو وقت میں نے کاٹا وہ میرا بھائی نہ دیکھنے پائے۔وہ میرے بچے نہ کاٹیں۔میں اس لیے ہی ہمیشہ زیادہ کے چکر میں رہتی ہوں۔"

"ویسے کبیر مراد ڈاؤن ٹوارتھ بندہ ہے۔اس کی بات ہی الگ ہے۔"

"انہوں۔وہ ہوگا down to earth لیکن یہ اس کا مارکیٹنگ کا ایک بیسٹ طریقہ ہے۔کبیر نے ایسے کپڑے بنائے ہیں جو ہر آدمی افورڈ کر سکتا ہے۔اس نے موبائل فون بھی ایسا ہی لانچ کیا، سم کارڈ لانچ کیا تو اس کا ریچارج پیکج سستا رکھا۔گاڑیاں، مشینیں، کپڑے جتنی بھی استعمال کی اشیاء ہیں۔ان کی کوالٹی کم نہیں ہے بس اس نے ان کی قیمت مناسب رکھی ہے تاکہ ہر غریب آدمی اسے خرید سکے۔خود ویسا ہی لائف سٹائل اپنایا ہوا ہے، لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے اور اپنی کمپنیوں کا پروموشن کرنے کے لیے۔یہ سب مارکیٹنگ کا طریقہ ہے۔اس کی پی آر ٹیم بہت عقلمند ہے۔انڈیا میں ہر دوسرا انسان کسی ایکٹر، کریکٹر یا کسی بھی بہت فیمس انسان سے بہت inspired ہوتا ہے۔اس بات کا ہی فائیدہ وہ اٹھا رہا ہے۔"

www.novelsclubb.com

"میں خود بھی اس کی لائف سٹائل پسند کرتی ہوں۔" تنوی نے بتانا ضروری سمجھا۔

"بالکل کبیر مراد کی لائف سٹائل سے بہت لوگ متاثر ہیں۔ کچھ وہ لوگوں کا دل جیتنے میں ماہر بھی بہت ہے۔" تنوی نے ایک گلاس وال سے باہر ڈالی۔ سامنے ریستوران کے باہر کبیر اور رابیل دکھے۔

"مدیحہ یہ وہی ایکٹریس ہے ناں؟ یقیناً ان دونوں کی آپس میں سیٹنگ ہے۔ ارے میرا منہ نہیں باہر دیکھو۔" اس نے مدیحہ کے ہاتھ پہ ایک متوجہ کرنے والا تھپڑ مارا۔ مدیحہ نے باہر بیٹھے افراد کو دیکھا۔

"کتنے رنگ چھائے ہیں اس عورت کے چہرے پر۔" تنوی نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔ مدیحہ نے تھوڑا آگے ہو کر دیکھا۔ رابیل کا چہرہ بالکل صاف تھا۔

"کون سا رنگ؟ ہولی بھی تو جا چکی ہے۔ مجھے نہیں نظر آ رہا کوئی رنگ۔"

"زندگی بھر خشک ہی رہنا تم۔ محبت کے رنگوں کی بات کر رہی ہوں۔ یہ عورت مجھے دیوانی لگتی ہے۔" مدیحہ نے پھر سے اس کا چہرہ دیکھا۔ اسے اس بار بھی کوئی رنگ نہیں نظر آیا۔

"محبت کے رنگ بھی نہیں نظر آئے۔"

"تمہیں کیا کسی کے چہرے پہ یہ رنگ نہیں نظر آتے؟"

"نہیں اور کس کے چہرے پہ ہیں؟" اس نے انہیں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ اسے لگا تھا تنوی کہے گی کبیر مراد کے چہرے پہ۔

"قاسم مرزا کے۔" مدیحہ نے گڑبڑا کر اسے دیکھا۔ "اس کے چہرے پہ محبت کے سارے رنگ ہوتے ہیں مدیحہ تمہارے لیے۔ تمہیں کبھی کیوں نہیں نظر آئے؟"

"ایسا کچھ نہیں ہے۔"

"ایسا ہی ہے۔ کیا وہ تم سے پیار نہیں کرتا؟"

"بالکل کرتا ہے۔ میں بھی کرتی ہوں۔ جیسے تم سے کرتی ہوں۔ محبت مر گئی تو پھر کیسی دوستی؟ کیسا رشتہ؟" تنوی کو افسوس ہوا۔

"یہ وہ محبت نہیں ہے۔یہ دوسری والی محبت ہے۔لیلیٰ مجنوں والی۔ہیر رانجھے والی۔یا تو تم اندھی ہو یا پھر جان بوجھ کر نظر انداز کر رہی ہو۔"

"ایسی باتیں مت کرو کہ میرے ذہن میں اسے دیکھنے کا نظریہ بدل جائے۔قاسم اور میں ایک بہت اچھے دوست ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔وہ ویسے بھی ان سب ٹائپ کا بندہ نہیں ہے۔ہر ہفتے اس کے چہرے پہ یہ محبت کے رنگ دیکھ سکتی ہو۔اب اٹھو یہاں سے،اس آدمی کو دیکھ کر میرا دماغ خراب ہو رہا ہے۔" پے منٹ کرنے کے لیے اس نے اپنا کارڈ نکالا۔تنوی باہر بیٹھے اس مرد کے چہرے کو غور سے دیکھ رہی تھی۔نہیں نہیں محبت کے رنگ نہیں نظر آرہے تھے اس کے چہرے پر یعنی وہ رابیل ملک کے ساتھ صرف وقت گزار رہا تھا۔ذلیل کہیں کا۔

www.novelsclubb.com

"تم میرے ساتھ ڈنر پہ چلو گے؟" رابیل نے اس سے پوچھا۔کبیر نے نفی میں سر ہلایا۔وہ گلاس وال کے دوسری طرف بیٹھی لڑکی کو قصداً نظر انداز کر رہا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا رابیل جیسی سائیکو عورت کی توجہ کا مرکز مدیحہ بنے۔

"منع کیوں کر رہے ہو؟"

"منع نہیں کر رہا ہوں۔ بس تمہیں یاد دلا رہا ہوں کہ دو دن بعد تمہیں سنگاپور کے لیے نکلنا ہے۔ شوٹ وہیں سے شروع ہو گا۔ اپنی پیکنگ شروع کرو، ڈنر پھر کبھی سہی۔" رابیل اس سے اب دوسری باتیں کرنے لگی تھی۔ کبیر ہوں ہاں میں جواب دیتا رہا۔

فلم کا پراجیکٹ دے کر وہ اسے مصروف کر چکا تھا۔ اسے اب رابیل کی طرف سے تسلی تھی۔

وہ گیا تو رابیل نے اپنی پیشانی دو انگلیوں سے مسلیں۔ کبیر خود بے وقوف ہے یا اسے سمجھ رہا تھا؟ سامنے سے آتی اس عورت کو دیکھ کر اس کا رنگ کس طرح بدلا رابیل سے چھپا ہوا نہیں تھا۔ اس نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا مگر سامنے لگے شیشے میں اس کا عکس صاف نظر آ رہا تھا۔

وہ ایسے اس طرح کوئی بے وقوفی نہیں کر سکتی تھی۔ اسے مدیحہ کی کسی کمزوری کی تلاش تھی۔ کوئی ایک کیس، کوئی ایک کرائم کچھ بھی۔

"سنگاپور انڈیا سے کتنا دور ہے؟ میں کسی کو تباہ ملک سے باہر رہ کر نہیں کر سکتی؟ کیا پہلے نہیں کیا؟ یا پھر لوگ اتنی آسانی سے قتل کو بھول جاتے ہیں۔" اس نے تاسف سے سوچا پھر اپنی کار کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چینل کے ہیڈ آفس میں موجود آج سارے رپورٹر بڑے پر جوش نظر آرہے تھے۔آج کبیر مراد پہلی بار اس بلڈنگ میں قدم رکھنے والا تھا۔لوگ لاکھ چاہے اس سے اختلاف رکھیں، ناپسند کریں مگر اس کی موجودگی میں وہ ایسے ہی پر جوش ہو جایا کرتے تھے۔

مدیحہ مصروف سی اپنی آفس میں بیٹھی تھی۔آج اس کا لنچ تھا، دوستوں کے ساتھ، مگر نئے باس آرہے تھے، تو رکنا ہی پڑا۔وہ باہر نکلی تو ہر طرف چہل پہل تھی۔لوگ اپنے کاموں میں غرق تھے تو کچھ انتظامات دیکھ رہے تھے۔وہ یونہی سرسری سی نگاہ راہداری پہ ڈال رہی تھی۔

راہداری میں تھوڑی ہل چل ہوئی۔سوٹ میں ملبوس کانوں میں بلیوٹوتھ لگائے گارڈز نظر آئے۔ان کے ساتھ ہی شلوار قمیض میں ملبوس وہ بھی نظر آیا۔ابھی اس نے راہداری میں پہلا قدم ہی رکھا تھا کہ عقب میں کہیں سے قومی ترانہ بجنے لگا۔بالکل نامحسوس انداز میں کبیر مراد رک گیا۔وہ بالکل سیدھ میں کھڑا تھا۔ہاتھوں کی مٹھیاں بند تھیں۔مدیحہ نے ایک سرسری سی نگاہ ہال پہ ڈالی کچھ رپورٹر ادب سے کھڑے تھے کچھ اپنے کام میں لگے تھے۔ملک کی خدمت کرنے والے

بھی مگن تھے پھر کبیر مراد کیوں رکا؟ جس اسپاٹ پہ وہ تھا، وہاں اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسے اداکاری کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مدیحہ بری طرح ٹھٹھک گئی۔ اس کا شک اب یقین میں بدلنے لگا تھا۔ قومی ترانہ ختم ہوا تو وہ آگے بڑھ کر سب سے ملنے لگا۔

"میرے بزنس پارٹنر کہاں ہیں؟" وہ اس کی طرف دیکھ کر دھیرے سے بولا۔ نظیر انکل آج نجانے کہاں تھے۔

"میں ان کی پی اے نہیں ہوں۔"

"میری بن جائیں۔"

"بھاڑ میں جاؤ تم۔" وہ دبے دبے غصے سے پھنکاری۔ کبیر زیر لب مسکرا دیا۔

"آپ کے ساتھ کہیں بھی جا سکتا ہوں... جانا چاہتا ہوں۔ مگر بھاڑ میں نہیں۔ چلیں گی؟"

"کہاں؟"

"بتاتا ہوں۔" مدیحہ نے شانے اچکا دیے۔ وہ پارکنگ میں کبیر کا انتظار کرنے لگی۔

دوسری طرف نادر سیف ہاؤس کے اوپری منزل پہ بنے ایک کمرے میں بیٹھا تھا۔ ساتھ رکھی چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ پلان کے مطابق انہوں نے اب اس چوکیدار کو ڈھونڈنا تھا۔ اس نے اپنا گھر تو نہیں بدلا تھا مگر وہ کہیں آتے جاتے ہوئے بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس نے موبائل اٹھا کر کبیر کو کال ملائی۔ رنگ جا رہی تھی وہ ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ اس نے قاسم کو کال ملائی۔

"ہیلو۔"

"سیف ہاؤس میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

اگلے آدھے گھنٹے تک وہ چاروں ایک ساتھ بیٹھے نظر آ رہے تھے۔ کبیر مدیحہ ایک ساتھ ہی یہاں آئے تھے قاسم کو آنے میں وقت لگا۔ وہ پولیس یونیفارم میں ملبوس تھا۔

"بات کیا ہے کپتان؟"

"بات بہت سیدھی سی ہے۔ فصیح کا اپنا آفس اس علاقے میں تھا جہاں لوگ رہتے تھے، جس طرح یہ سیف ہاؤس ہے۔ اسی وجہ سے وہاں ایک نہیں بہت سے کیمرے ہیں۔ ان سب میں

کچھ بھی غیر معمولی نہیں ملا۔نہ لوگوں کی کوئی ایسی سرگرمی نظر آئی ہے لیکن۔"نادر کہہ رہا تھا اور وہ تینوں دھیان سے سن رہے تھے۔

"لیکن ایک لڑکی تھی وہاں جو اس واقعے کے بعد سے اب تک غائب ہے۔وہ کچھ دن پہلے اس علاقے میں رہنے کے لیے گئی یا پھر وہیں رہتی تھی کچھ خبر نہیں۔"قاسم نے سمجھ کر سر ہلایا مدیحہ کو اس کی بات نہیں سمجھ لگی۔

"مطلب کیا ہوا اس کا؟"

"مرڈر کو اتنا وقت گزر چکا ہے۔ان سارے وقت میں کون وہاں موجود تھا کون نہیں تھا یہ جاننا بہت ضروری ہے۔اب اس کا مطلب یہ مت سمجھنا میں ان پہ شک کر رہا ہوں اور شک کر بھی رہا ہوں شاید۔لوگوں سے پتا کر کے کچھ تو ہاتھ لگے گا ناں کچھ بھی۔کوئی ایک سرا،ہنٹ کچھ بھی۔"قاسم نے سگریٹ لبوں میں دبائی اور کبیر سے لائٹر مانگا۔

"اور کوئی تمہیں سچ کیوں بتائے گا؟تم براہ راست جا کر ان سے نہیں پوچھ سکتے۔"

"براہ راست جا کر پوچھوں گا بلکہ نہیں وہ خود آ کر جواب دیں گے۔وہ بھی بالکل سچ۔"

www.novelsclubb.com

"کیسے؟"

"بظاہر تو پچھلے دس مہینوں سے اس علاقے میں کسی کے گھر سے ساٹھ لاکھ چوری ہو گئے۔ کسی کے ہاں آگ لگ گئی۔ اور خفیہ طور پر جو تفتیش پولیس کر رہی ہے وہ یہ کہ اس علاقے میں ڈرگز سپلائی ہو رہا ہے۔ بس اتنی سی بات پھر لوگ سر کے بل بھی چل کے آئیں گے۔ وہائٹ کالر لوگ ہیں۔ دھبہ نہیں چاہتے۔ ہم ان سے فصیح کے کیس کی تفتیش کریں گے۔ پولیس والوں کی عزت ہو یا نہ ہو خوف ضرور ہوتا ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھی۔"

"پولیس کو خفیہ طور پر خبر ملی ہے کہ اس علاقے میں کوئی ہے جو ڈرگز سپلائی کر رہا ہے وہ بھی بڑی تعداد میں۔ کیسے ملی یہ بھی بتا دیتا ہوں۔ ایک گھر سے ساٹھ لاکھ چوری ہو گئے اور اس میں آگ لگا دی گئی۔ اسی کیس کی تفتیش کرنے پولیس وہاں پہنچی تو معلوم ہوا کہ ڈرگز کا دھندا کیا جا رہا ہے۔" رک کر گہری کش بھر گیا۔ مدیحہ نے ناگواری سے رخ پھیر لیا۔

"اب پولیس اس آدمی کو ڈھونڈ رہی ہے جو سپلائر ہے۔ یہ سب جھوٹ ہو گا۔ پیسے تو نہیں چوری ہوں گے مگر نقلی آگ ضرور لگانی پڑے گی۔"

"یعنی اس طرح سے تم وہاں کی سی سی ٹی وی چیک کرو گے اور لوگوں سے پوچھ تاچھ کرو گے۔ کون کس وقت کب کہاں آیا اور کس نے کیا کیا۔ ہے ناں؟" قاسم نے سر ہلایا۔ مدیحہ نے واہ کہنے والے انداز میں اسے دیکھا۔

مدیحہ جس جگہ پہ بیٹھی تھی روشن دان سے آتی دھوپ سیدھا اس کے چہرے پہ پڑ رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اس کمرے میں موجود اسٹول اٹھایا پھر اس پہ کھڑی ہو کر روشن دان کے پٹ گرانے لگی۔ وہاں بیٹھے مردوں نے دلچسپی سے اس کی کاروائی دیکھی۔ وہ ہاتھ بڑھاتے تو مشکل سے ہی سہی مگر بغیر کسی اسٹول کی مدد کے روشن دان کے پٹ گرا سکتے تھے۔

"بیچاری تھوڑی ڈاؤن ٹوارتھ ہیں ناں۔" کبیر نے باقی کے دونوں مردوں کو وضاحت دی۔

مدیحہ نے مڑ کر انہیں دیکھا۔ کبیر کی نظریں اسٹول پہ تھیں جو مسلسل ڈگمگا رہا تھا۔ یہ سالا آخر گرے گا کب؟ شکر تھا کہ انسان کیا سوچتا ہے۔ اس کی خبر کسی دوسرے انسانوں کو نہیں ہوتی۔

"ویسے ڈاؤن ٹوارتھ ہی رہنا تھا پھر، یہ تو زمین پہ دو انچ اگی ہوئی ہی ہیں۔" انہوں نے بڑی آسانی سے ڈاؤن ٹوارتھ کو اپنے مطلب کا معنی دے دیا تھا۔ مدیحہ نے ٹھیک طرح سے پٹ بند کیے۔ ہاتھ جھاڑ کر نیچے اتری۔

اطمینان سے چلتی ہوئی آئی، لمبی میز پہ رکھا پانی کا گلاس اٹھایا پھر پوری قوت سے اسے کبیر کے منہ پہ پھینک دیا۔

"میں اپنے خاندان کی سب سے لمبی لڑکی ہوں اور مجھے اس بات کا بہت گھمنڈ ہے۔ آئندہ میرے قد کا مزاق اڑایا تو میں تمہیں کھڑکی سے باہر پھینک دوں گی۔" کبیر نے اپنے گیلے کپڑے دیکھے۔

www.novelsclubb.com

"بدتمیز آدمی۔" مدیحہ کرسی پہ بیٹھ کر بڑبڑائی۔

"بددماغ عورت۔" جواباً وہ بھی بڑبڑایا۔

"سن لیا میں نے تھوڑا دھیرے بڑبڑایا کرو۔" اس نے بغیر اسے دیکھے کہا۔

"میں اتنا ہی اونچا بولوں گا۔آپ کو نہیں سننا ہے تو کان میں انگلیاں ڈال کر بیٹھ جائیں۔"اس نے دو انگلیوں کو کان کے قریب لے جا کر دکھایا۔

"بھاڑ میں جاؤ تم۔"

"کام کرنے کے بجائے اس طرح لڑنا ہے تو تم بھی اس کے ساتھ ہی بھاڑ میں چلی جاؤ۔"قاسم نے تاسف سے سر ہلایا۔

"تمہارے چہیتے کو میں کچھ بھی کہوں بڑی جلدی برا لگ جاتا ہے۔خود جو وہ باتیں سنا رہا ہے۔دعائیں کر رہا ہے کہ اسٹول مزید ڈگمگائے تو میں منہ کے بل نیچے گروں اس کا کیا؟"قاسم اور نادر نے کبیر کو دیکھا جو شاکڈ نظروں سے اس عورت کو دیکھ رہا تھا۔شاک ختم ہوا تو وہ ہنس دیا۔نادر نے باقاعدہ اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

"تم اسی قابل ہو کہ تمہیں گالیاں دی جائیں کبیر۔"

قاسم دھیرے دھیرے پلان بتانے لگا۔مدیحہ اس کے جھول فکس کر رہی تھی۔کبیر لبوں پہ ہاتھ رکھے اسے بس دیکھ رہا تھا۔

"آپ ایسے کیا دیکھ رہے ہیں باس؟ آپ کو پلان پسند نہیں آیا؟" نادر نے اسے مسلسل چپ دیکھ کر پوچھا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کوئی ایک ماسٹر مائنڈ بھی ہزار لوگوں پہ بھاری پڑ جاتا ہے۔ یہاں اس کیس میں تو تین ماسٹر مائنڈ کام کر رہے ہیں۔ خدا جانے کیا بنے گا قاتل کا۔" وہ زیر لب مسکرائے۔

"ہم تو چار ہیں۔ تم نے خود کو ماسٹر مائنڈ نہیں کہا؟" مدیحہ نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے پوچھا۔

"اس نے تمہیں ماسٹر مائنڈ نہیں کہا۔" پولیس والے کی زبان میں کھجلی ہوئی۔

"اب قاسم کہہ رہا ہے تو ٹھیک ہی کہہ رہا ہو گا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" کبیر نے شانے اچکائے۔

"یقیناً۔ آپ ماسٹر مائنڈ سے آگے کی چیز ہیں۔" نادر مسکرایا۔ مدیحہ بھی مسکرا دی۔ پھر کسی بات پر ان تینوں کی نوک جھوک شروع ہو چکی تھی۔ نادر کبھی ہنس دیتا کبھی بور ہونے لگتا۔

"اس رات جو آدمی تمہارے آفس میں گھسا تھا اس نے تمہیں کیا کہا تھا؟" قاسم نے یاد آنے پر پوچھا۔

"اس نے مجھے چپ چاپ اس پہ عمل کرنے کے لیے کہہ رہا تھا جو وہ کہے۔"

"اور تم نے کیا کہا؟"

"میں نے کہا میں کسی کے باپ کی نہیں سنتی تو وہ کہنے لگا مجھے اپنا باپ سمجھ کر میری بات مان سکتی ہو۔" چاروں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر کمرے میں اونچے قہقہے گونجے۔

کیا واقعی ایک ماسٹر مائنڈ ہزار لوگوں پہ بھاری پڑ سکتا ہے؟ پھر یہ تو صرف چار تھے۔ آگے کیا ہونے والا ہے اس بات سے بے نیاز وہ اپنے اگلے قدم کے بارے میں سوچ رہے تھے۔

"آپ واقعی مارشل آرٹس چیمپیئن ہیں؟" وہ دونوں کسی کام سے باہر نکلے تھے جب نادر نے اس سے پوچھا۔ مدیحہ جو اپنے فون پہ مصروف تھی، چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"ہاں میں چیمپئن تھی۔ پرانی بات ہے۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں۔ میرے والد کو بہت شوق تھا اس کا۔ انہوں نے مجھے خنجر کا استعمال کرنا سکھایا، گولیاں چلانا بھی، وہ ساری چیزیں جو وہ چاہتے تھے۔ کئی دفعہ لوگوں نے کہا کہ فاروق تم تو اپنی بیٹی کو بیٹا سمجھنے لگے ہو تو وہ ہنسنے لگتے۔"

"کیوں؟"

"انہیں ہنسی آتی تھی تو وہ ہنستے تھے اس میں کیوں کیا اب۔" نادر دھیرے سے مسکرا دیا۔

"انہیں لوگوں کی سوچ پہ ہنسی آتی تھی۔ وہ ہنس کر کہتے کہ نہیں تو میں اپنی بیٹی کو بیٹی ہی سمجھتا ہوں اور اگر کبھی اللہ نے بیٹے سے نوازا تو اسے بیٹا سمجھوں گا۔ میں بس اپنی بیٹی کو بزدل اور کمزور نہیں بنا رہا ہوں۔ میں اسے سکھا رہا ہوں کہ جب کوئی تم پہ گندا ہاتھ ڈالے تو اس کا ہاتھ کس طرح توڑنا ہے۔ کوئی زبان تمہارے خلاف کچھ غلط کہے تو اسے بند کیسے کروانا ہے۔" وہ سانس لینے کو رک گئی۔ دروازے پہ کھڑا کبیر اسی کی طرف متوجہ تھا۔

"وہ کہتے تھے کہ بالکل اسی طرح اپنے بیٹے کو شیطان کو نہیں بننے دوں گا۔ اسے کبھی عورت پہ غلط نگاہ نہیں ڈالنے دوں گا۔ میں ایک باپ ہوں اور میں اپنے بچوں کی تربیت کر رہا ہوں۔" کبیر واپس پلٹ گیا۔

"آپ کے والد کی سوچ بہت اعلیٰ ہے۔ ہر کوئی اس طرح نہیں سوچتا۔ خصوصاً لڑکیوں کے معاملے میں۔ بائی چانس کبھی کوئی انہیں چھیڑ دیتا ہے تو ہمارے ہندوستانی والدین کی غیرت جاگ جاتی ہے۔ اور وہ جھوٹی غیرت نکلتی صرف لڑکیوں پہ ہے۔ یا تو گھر سے باہر نکلنے پہ روک

www.novelsclubb.com

لگادی جاتی ہے یا پھر یہ کہہ دیتے ہیں کہ کسی کو ساتھ لے کر نکلو۔"اس نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"بالکل یہی بات ہے۔پہلے بابا کی باتیں نہیں سمجھ آتی تھیں۔اب سب سمجھ آگیا ہے۔لڑکیوں کو بیساکھی تھمانے کے بجائے انہیں پر اعتماد بنانے کی ضرورت ہے۔انہیں مورل سپورٹ دینے کی ضرورت ہے۔جس کے ساتھ وہ باہر آنے جانے کے لیے کہتے ہیں کل کو اگر وہ مر گیا پھر؟ پھر کس کا سہارا دیں گے؟ کیا وہ اس وقت اس ڈر سے باہر نکلنا چھوڑ دیں؟"

"بالکل۔گھر سے اعتماد ملنے کی بہت ضرورت ہے۔میں نے کتنے ہی کیس دیکھیں ہیں جن میں لڑکیاں ہراسمنٹ کا شکار ہو رہی ہوتی ہیں مگر گھر والوں سے بتانے کی ہمت نہیں ہوتی ہے۔اپنی غیرت جگانے سے پہلے ہمارے گھر کے مردوں کو یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ وہ باہر ہی نہیں گھر میں ہراس کی جاسکتی ہیں۔"

"وہی بات ہے ناں۔میں یہ نہیں کہتی کہ لڑکیاں کراٹے سیکھیں یا ساتھ گن لے کر نکلا کریں مگر انہیں اتنا تو بتایا جائے کہ جب کوئی ان پہ غلط ہاتھ ڈالے تو وہ کیا کریں؟اور وہ جو کچھ بھی کر

www.novelsclubb.com

کے آئیں گھر والے پورا ساتھ دیں۔ غلطی کریں تو ڈانٹیں مگر سب کے سامنے نہیں۔ بعض دفعہ لڑکیاں لے لیتی ہیں ایکشن مگر گھر والوں کا سپورٹ نہ ملنے پہ چار اور جانوروں کو چھوٹ مل جاتی ہے کہ چلو ہم کچھ بھی کریں کون سا کسی نے ہمارے خلاف جانا ہے۔" نادر چائے بنانے کے لیے اٹھ گیا۔ مدیحہ اس کے پیچھے ہی آئی۔

"لوگ کہتے ہیں کہ اب لڑکیوں کو حق مل رہا ہے۔ درست کہتے ہیں۔ حق مل رہا ہے۔ ساتھ نہیں مل رہا ہے۔ اب جاب کے لیے سیٹ مل گئی تو باپ ناراض ہو گیا۔ کسی طرح باپ مان گیا تو شوہر اپنی ہی بیوی کی کامیابی سے جلنے لگا۔ پرانے وقت میں حق نہیں ملتا تھا مگر ساتھ مل جاتا تھا۔ کہیں کسی کی بیٹی کو لڑکے گھیر کے کھڑے ہو جاتے تو پڑوس کا آدمی بھی اگر گزر رہا ہوتا تھا تو اس لڑکی کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ یہ سوچ کر کہ بیٹیاں کبھی اِن کی، اُن کی، میری یا تمہاری نہیں ہوتی۔ بیٹیاں ہمیشہ بیٹیاں ہوتی ہیں۔" مدیحہ نے اسے بغیر شکر کی چائے بنانے کو کہا۔

"اب کا دور الگ ہے۔ اب اگر رشتے دار بھی دیکھ لیں کہ کوئی بد تمیزی کر رہا ہے تو وہ وہاں سے ہٹ جاتے ہیں یہ کہہ کر کہ ہو گا کوئی عاشق محبوب۔ یار مان لیا کہ عاشق ہی ہے پھر بھی تو وہ غلط

www.novelsclubb.com

کام کر رہا ہے آؤ دو تھپڑ لگاؤ اس آدمی کو اور لے جاؤ اپنی بیٹی۔ اتنا بھی مت کرو بس ساتھ کھڑے ہو جاؤ لڑکی خود پر اعتماد ہو کر اپنا معاملہ سنبھال لے گی۔"

"تم اچھی باتیں کرتے ہو۔ کبیر جیسے آدمی کے ساتھ کیوں کام کرنے لگے پھر؟" وہ مسکرایا۔

"ان کے ساتھ ہوتا ہوں اس لیے ہی اچھی باتیں کرتا ہوں مادام۔"

"ایک بات بتاؤ۔" اس کا لہجہ بدلا تو نادر الرٹ ہو گیا۔

"جی؟"

"یہ رابیل کون ہے؟" نادر کے چہرے کا رنگ اڑا۔

"ایکٹریس ہے۔"

"تمہاری باس کی کیا لگتی ہے؟"

"سگی خالہ۔"

سچ بتاؤ۔"

www.novelsclubb.com

"یہ تو میں آپ کو نہیں بتا سکتا۔" اس نے مسکراہٹ چھپانے کے لیے چہرے کا رخ بدل دیا۔

"کیوں نہیں بتا سکتے؟ اتنا ڈرتے ہو اس سے؟"

"ڈروں گا کیوں؟ عزت کرتا ہوں۔ نمک کھاتا ہوں ان کا۔ آپ کو لگتا ہے میں ان کی معلومات کسی اور کو دے سکتا ہوں؟"

"اتنا امیر ہو کر وہ کمینہ تمہیں صرف نمک کھلاتا ہے۔ میرے ساتھ کام کرو میں تمہیں نمک کے ساتھ ساتھ شکر بھی دوں گی بلکہ پورے مصالحے۔" وہ ہنستے ہوئے وہاں سے ہٹ گیا۔ مدیحہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

"اچھا مصالحوں کے ساتھ پوری بریانی بھی دوں گی۔"

"میں مصالحے خود خرید سکتا ہوں۔ بریانی مجھ سے بہتر کوئی بنا ہی نہیں سکتا۔" مدیحہ نے اف کہہ کر اپنا سر پکڑ لیا۔

"تو کیا نمک نہیں خرید سکتے جو کبیر تمہیں کھلاتا ہے؟"

"اللہ کو مانیں خاتون آپ میرے سب سے زیادہ وفادار آدمی کو خرید رہی ہیں۔" وہ دروازے پر ایستادہ تھا۔اسے دیکھ کر نادر کو مزید ہنسی آئی۔وہ ہنستے ہوئے کھانس رہا تھا۔

"میں تم سے بات نہیں کر رہی ہوں۔"

"لیکن میں تو اب صرف آپ سے ہی بات کیا کروں گا۔" وہ باہر نکل گئی تھی۔کبیر اس کے پیچھے ہی تھا۔

"اپنی بکواس بند کرو کبیر۔" وہ اندھا دھند سیڑھیاں اتر رہی تھی۔وہ بھی اس کے پیچھے ویسے ہی اتر رہا تھا۔

"میں کیا کہہ رہا تھا کہ آپ مجھے خرید کے اپنا غلام بنالیں۔بہت کام کا آدمی ہوں۔آپ کے سارے اشاروں پر ناچوں گا، ملکہ۔"

"میں کہہ رہی ہوں چپ کر جا۔۔۔ؤ۔۔۔آہ۔" وہ جو بے دھیانی میں چل رہا تھا مدیحہ کے اچانک مڑنے پر اسے لیے زمین پہ گرا۔ایک منٹ کے لیے تو سمجھ ہی نہیں آیا ہوا کیا۔آخری

سیڑھی پہ وہ گرا تھا اور مدیحہ اس کے سینے پہ تھی۔ کبیر کا پاؤں اس کی ساڑھی کے پلو میں الجھا ہوا تھا۔ گرنے کی وجہ بھی یہی تھی۔

"تم ایک پنچ اور گرے ہوئے انسان ہو کبیر مراد۔" وہ غصے سے بولی۔ کبیر نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"دیکھیں خاتون اکیلے میں ہی گرا ہوا نہیں ہوں۔ آپ بھی گری ہوئی ہی ہیں۔"

"کیا کہا تم نے؟ میں گری ہوئی ہوں؟"

"نہیں تو کیا جناب آپ مزے سے اپنے بستر پہ لیٹی ہیں؟ اُف اللہ کیا وزن رکھتی ہیں آپ۔ استغفر اللہ۔" وہ کراہ کر بولا۔ مدیحہ نے اٹھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔

"میں یہ والا گرنے کی بات نہیں کر رہی۔"

"آپ جو بھی کہہ رہی ہیں، سیم ٹو یو۔ اٹھیں یار۔" اپنے الجھے پاؤں کو دیکھ کر اس نے باقاعدہ منت کی۔

تھوڑی سی مشکل کے بعد وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ مدیحہ کو اپنی پوزیشن کا خیال اچانک ہی ہوا۔اس نے کان سرخ ہوئے۔وہ بغیر اسے دیکھے باہر کی طرف تقریباً بھاگتے ہوئے گئی۔شرٹ جھاڑتا ہوا کبیر مسکرایا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایان سے اس کی شادی کو اب دو مہینے ہو گئے تھے۔شروع کے دنوں میں جو شوہر اچھے نیک بنے ہوتے ہیں ایان نے وہ بھی نہیں کیا تھا۔اس کی فیملی بہت چھوٹی تھی۔دو بہن تھیں دونوں شادی شدہ۔ماں باپ دوسرے ملک میں رہتے تھے۔ایک مہینہ انڈیا میں رہ کر وہ اسے لیے کینیڈا شفٹ ہو گیا تھا۔اس کا ذہن شارپ تھا وہ ایک اچھا بزنس مین تھا مگر اتنی عیش وہ کرپشن کے سہارے کرتا تھا۔

www.novelsclubb.com

ہانیہ نے اس آخری ملاقات کے بعد خضر کے متعلق کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔دادا الگ خفا خفا سے تھے۔کبیر ایان کو سرے سے پسند ہی نہیں کرتا تھا۔کچھ ایسا ہی حال ایان کا بھی تھا۔ایک طرف شوہر تو دوسری طرف بھائی۔وہ عجیب مشکل کا شکار تھی۔

سارا سارا دن وہ اس چھوٹے گھر میں یہاں وہاں پھرتی رہتی تھی۔جاب کے متعلق اس کے کچھ بھی کہنے یا پوچھنے سے پہلے ہی ایان نے صاف منع کر دیا تھا۔

"ڈاکٹروں کا کچھ پتا نہیں ہوتا کسی بھی وقت کہیں بھی بلا لیتے ہیں۔انجان ملک میں کہاں کہاں پھرو گی تم۔اس لیے بہتر ہے کہ جاب شروع ہی نہ کرو۔" وہ اس کا منہ دیکھ کر رہ گئی۔وہ اس طرح سے کبھی گھر میں نہیں رہی تھی۔اسے کام کرنے کی عادت تھی بغیر کام کے وہ کیسے سروائیو کر سکتی تھی؟اس نے گھر میں یہ کسی کو نہیں بتایا۔سب سے یہی کہا کہ شادی کے بعد نہیں کر سکتی جاب۔

یہ بھی ایک نارمل دن تھا۔آدھی رات گزر چکی تھی۔کسی نے ڈور بیل بجائی تو وہ بیڈ سے اتر کر دروازے پہ گئی۔سامنے ایک انتہائی کھلے لباس میں ملبوس لڑکی کھڑی تھی۔ہانیہ اسے دیکھ کر ٹھٹکی۔

"ایان گھر پہ ہے؟" اس نے انگریزی میں پوچھا۔باہر بارش بہت تیز ہو رہی تھی۔وہ لڑکی بری طرح بھیگی تھی۔

www.novelsclubb.com

"نہیں آپ کون ہیں؟"

"میں مار تھا ہوں۔ میں بہت دنوں سے اسے کال کر رہی ہوں وہ کوئی جواب نہیں دے رہا ہے۔ وہ گھر کس وقت آئے گا؟" وہ لڑکی تقریباً کانپ رہی تھی۔ ہانیہ کو لگا وہ ایان کی کوئی دوست ہے اکثر ہی اس کے دوست یہاں آیا کرتے تھے۔

"آپ اندر آجائیں۔ پلیز۔" وہ لڑکی شکریہ کہہ کر اس کے ساتھ لیونگ روم میں آئی۔ ہانیہ نے ہیٹر آن کیا۔ اس کے لیے کافی بنائی۔

"ایان پچھلے دو ہفتوں سے کسی ٹرپ پہ گیا ہے آج اس کی واپسی تھی۔ میں نہیں جانتی کب تک آئے گا۔ آپ اس کا انتظار کر لیجیئے۔" وہ عادت کے مطابق دوستانہ لہجے میں بولی۔ اس کا اتنا کہنا تھا کہ تولیے سے بال رگڑتی وہ لڑکی رونے لگی۔ ہانیہ گڑبڑا گئی۔

"ایان اور میں پچھلے دو سال سے ایک ساتھ ہیں۔ پہلے میں اسی گھر میں رہتی تھی۔ پھر اس نے کہا وہ کسی کام سے انڈیا جا رہا ہے۔ وہاں جا کر اس نے مجھ سے سارے رابطے ختم کر دیے۔ ایک دن کال کر کے بتایا کہ گھر والوں کے پریشر میں آکر اس نے شادی کر لی ہے۔ لیکن مجھے پریشان

ہونے کی ضرورت ہے ایک دو مہینے تک وہ اس سے پیچھا چھڑا کر میرے پاس آجائے گا۔" وہ کہہ رہی تھی اور ہانیہ مراد کے چہرے رنگ اڑ رہا تھا۔اس نے بے اختیار ہی صوفے کو زور سے تھاما۔

"میں اس سے ناراض تھی تو میں نے گھر چھوڑ دیا تھا۔اب میں واپس آنا چاہ رہی ہوں تو وہ میری بات کا جواب نہیں دے رہا ہے۔وہ ابھی بھی اپنی وائف کے ساتھ ٹرپ پر گیا ہوا تھا۔کل ہی تو واپس آیا ہے میں نے اسے شاپنگ مال میں دیکھا تھا۔میں نے اسے بتایا بھی ہے کہ میں پریگننٹ ہوں۔اس حالت میں میں کہاں جا سکتی ہوں؟"اس کی شادی کا یہ دوسرا مہینہ تھا اور اسے کیا خبر مل رہی تھی؟اس لڑکی کو اس نے ایان کے ساتھ تقریباً ہر جگہ دیکھا تھا۔ہانیہ نے نظر انداز کر دیا تھا مگر۔وہ بے دم سی ہو کر صوفے پہ گر گئی۔

www.novelsclubb.com

"میں نے تم سے تو پوچھا ہی نہیں تم کون ہو۔اس کی کزن ہو؟"اس نے ہانیہ کا کندھا ہلایا۔ہانیہ نے مردہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں ایان کی بیوی ہوں۔"اس لڑکی کا حیرت کے مارے منہ کھل گیا۔ہانیہ بغیر اس کی طرف دیکھے اٹھ کھڑی ہوئی۔ نچلی منزل پہ بنے ایک کمرے میں بند ہو گئی۔اس حالت میں ڈاکٹر نے اسے سیڑھیاں چڑھنے سے منع کیا تھا۔وہ اپنے پیٹ پہ ہاتھ رکھے بالکل ساکت تھی۔

یعنی وہ بزنس ٹرپ بھی جھوٹ؟اور کتنے جھوٹ؟کیا اسے دغا دینے کی سزا ملی تھی؟کیا اسے عشق نے بددعا دی تھی؟کیا اس کی قسمت اسی سیاہی سے لکھی گئی تھی جس سیاہی سے اس کی ماں کی قسمت لکھی گئی تھی؟

اگلے روز وہ باہر نکلی تو گھر خالی تھا۔شاید وہ لڑکی جا چکی تھی۔ایان بھی مزید دو دن کے بعد واپس آ گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"مارتھا آئی تھی۔آپ کو پوچھ رہی تھی۔"وہ صوفے پہ بیٹھا موبائل پہ مصروف تھا جب ہانیہ نے اس سے کہا۔

"وہ گھر تک آ گئی؟عجیب بات ہے۔اس وقت کیوں نہیں بتایا؟"اس نے موبائل سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

"شی از پریگننٹ۔"اس نے ایک ایک لفظ رک کر ادا کیا۔ایان کا موبائل پہ ٹائیپ کرتا ہوا ہاتھ رکا۔ہانیہ نے کپ پہ اپنا زور بڑھایا۔

"کوئی بھی میرے گھر میں گھس کر کچھ بھی کہے گا تو اس کی بات مان کر مجھ سے سوال کرو گی؟"

"آپ یہ بات مجھے کہہ رہے ہیں؟ایک لڑکی آکر دعوی کرتی ہے کہ وہ آپ کے بچے کی ماں بننے والی ہے اور آپ مجھے باتیں سنا رہے ہیں بلکہ ایک منٹ میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ مارتھا ایکسپیکٹ کر رہی ہے۔باقی کی داستان تو آپ نے خود سنا دی۔آئندہ اس لہجے میں بات مت کریئے گا۔"ایان نے ایک زوردار تھپڑ اسے مارا۔

"میری ماں کی بھی مجال نہیں وہ مجھ سے سوال کرے تمہیں جواب دوں میں؟ہو کون تم؟"

ہانیہ ششدر رہ گئی۔شل۔ساکت۔

وہ اس سے سوال پوچھ رہا تھا کہ وہ ہے کون؟اس نے کبھی باپ اور بھائی کا پیار نہیں دیکھا تھا مگر دادا اور کبیر کے رہتے کوئی اس سے اونچی آواز میں بات بھی نہیں کرتا تھا ہاتھ اٹھانا تو دور کی بات۔

"اپنی حد میں رہنا۔ہر بار میرا ہاتھ صرف ایک تھپڑ پہ نہیں رکے گا۔"انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتا وہ وہاں سے جا چکا تھا۔کچن کاؤنٹر کا سہارا لے کر وہ زمین پہ بیٹھتی چلی گئی۔

اس سارے وقت میں جو نیا عذاب اس نے اٹھایا اس سے ہانیہ کا دل بری طرح زخمی ہوا تھا۔ایان کو بچے نہیں چاہیے تھے۔ٹونز کا سن کر وہ اور بھی جلال میں تھا۔

اس نے وہ پہلا تھپڑ ہضم کر لیا تھا۔اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی ثابت ہوئی۔ایان کا جب جی چاہتا تھا وہ اسے مارنے لگا تھا۔اس کی ڈیلیوری تک ان دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ایک گھر میں رہ کر بھی وہ ایک دوسرے سے بے نیاز اور بے خبر تھے۔

ایک رات ہانیہ کی اچانک طبیعت خراب ہوئی۔ایان اوپر اپنے کمرے میں رہتا تھا ہانیہ نیچے شفٹ ہو چکی تھی۔وہ ہمت کر کے کسی طرح اسے جگانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔اس روز ایان واقعی اس کے لیے فکر مند ہوا تھا۔اس روز اسے لگا تھا کہ اس کی شادی شدہ زندگی بالآخر ٹھیک ہو جائے گی۔

www.novelsclubb.com

اس کی یہ خوش فہمی بھی زیادہ دن نہیں چلی تھی۔آئے روز وہ شراب پی کر گھر میں بکتا جھکتا آتا اور بے سود پڑا رہتا۔کاروبار خسارے میں جا رہا تھا۔بچے اب ڈھائی سال کے ہو گئے تھے۔انہیں اچھی تعلیم کی ضرورت تھی۔تربیت کی ضرورت تھی۔اس وقت ہانیہ نے اپنے سر نیم کا فائدہ اٹھایا تھا۔بھلا کون تھا جو مراد حسن خان کی پوتی کو انکار کرتا؟

اس نے سرے سے اس کے کاروبار کو اوپر اٹھایا تھا۔ایان نے احسان ماننے کے بجائے وقت بے وقت اس سے الگ الگ مطالبہ شروع کر دیا تھا۔ہانیہ کو لگتا تھا شاید ایک یہی وجہ انہیں آپس میں ٹھیک رکھے گی تو ایسے ہی سہی۔پیسوں کی اسے کوئی کمی نہیں تھی۔وہ کھلے دل سے اس کی فرمائش پوری کرتی تھی۔ایان کا منہ کھل چکا تھا اسے اب اس کے حصے میں سے بھی حصہ چاہیے تھا اور اس کے بھائیوں کے حصے میں سے بھی۔بھائی پہلے کہاں اس کے تھے جو اب اس کے لیے کھڑے ہوتے؟

اس برے وقت میں بھی کبیر آگے آیا۔وہ اسے کبھی کسی مشکل وقت نہیں پکارتی تھی وہ ہمیشہ بغیر پکارے آجایا کرتا تھا۔

www.novelsclubb.com

وہ شاید پہلی بار کسی فیملی ٹرپ پہ کشمیر میں موجود تھے۔بچے ہوٹل میں ہی تھے۔ایان دو دن سے دوستوں کے ساتھ گیا ہوا تھا۔کون سے دوست تھے وہ خوب اچھی طرح سے جانتی تھی۔اب اس نے رونا چھوڑ دیا تھا۔اسے ہی تقدیر مان کر وہ قبول کر چکی تھی۔

شام کا وقت ہوا تھا اور اس نے اوور سائزڈ شرٹ اور سیاہ جینز پہ لانگ کوٹ پہن رکھا تھا۔بالوں کو پشت پہ کھلا چھوڑا تھا۔کنسیلر سے چہرے پہ آئے کٹ اور زخموں کو چھپائے وہ ہر طرف سے بے نیاز چل رہی تھی۔یہ زخم بھی پرسوں ہوئی بحث کا نتیجہ تھے۔کشمیر کی شاندار عمارتیں اپنے اونچائی پر غرور سے مسکرا رہی تھیں۔

وہ ایک شاپنگ مال میں گھسی۔اپنے لیے دو چار شرٹس لے کر وہ ٹرائل روم کی جانب گئی۔اس نے ایک بغیر آستین والی لانگ شرٹ پہنی تھی۔سائز تھوڑا زیادہ تھا مگر وہ شرٹ بہت خوبصورت تھی۔

وہ دروازہ کھول کر باہر ہی نکلنے لگی تھی جب کوئی دروازہ اندر کی طرف دھکیلتا گھسا۔اس مرد نے اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔ہانیہ کا سانس اس کے سینے میں ہی اٹک گیا۔

سیاہ کپڑوں میں ملبوس آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے لیے بکھرے حلیے والا مرد خضر حیات تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" وہ گھبرا کر بولی۔ خضر اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے سفید بازوؤں کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں نیل پڑے تھے۔ غالباً اسے بیلٹ سے مارا گیا تھا۔

"وہ تم پہ ہاتھ بھی اٹھاتا ہے؟ کوئی کیسے تم پہ اپنا ہاتھ اٹھا سکتا ہے؟" وہ اس کے زخموں کو دو انگلیوں سے چھو کر بولا۔ ہانیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ رو تو وہ بھی رہا تھا۔

"یہ تم نے کیا چن لیا ہانیہ؟ مجھ سے نہیں کرنی تھی شادی نہ کرتی میں کبھی تمہارے راستے میں نہیں آتا۔ یہ تم نے کسے چن لیا۔ تمہیں ترس نہیں آیا خود پر۔ مجھ پر؟" ہانیہ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

www.novelsclubb.com

"اگر مجھے علم ہوتا کہ تم سے محبت کرنے کی سزا تم یہ دو گی مجھے تو میں کبھی اس راہ پہ آتا ہی نہیں۔

"ہانیہ آنکھ بند کیے کھڑی تقریباً کانپ رہی تھی۔ خضر جانتا تھا وہ اس سے خوف زدہ ہے۔ جو عورتیں اس طرح سے ابیوز ہوتی رہی ہوں۔ وہ یوں ہی ہر مرد سے خوف زدہ ہو جاتی ہیں۔

جس عورت کو وہ اتنے سالوں تک اپنی پلکوں پہ اٹھائے رہا۔دل کے سب سے اوپر حصے میں رکھا۔ اس عورت کو ایان اپنے پاؤں کی جوتی بھی نہیں سمجھتا تھا۔اتنی بڑی اذیت۔

"تم کیوں میرے پیچھے آرہے ہو؟"

"میں نے پرسوں تم دونوں کو لابی میں لڑتے دیکھا تھا۔تم پہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تھا۔اسی ہوٹل میں میں بھی رکا ہوا ہوں۔اس ہوٹل میں ٹھہرنا اتفاق ہے۔آج یہاں آنا اتفاق نہیں۔"وہ آنکھیں کیوں نہیں کھول رہی تھی؟ایک دفعہ دیکھ تو لینے دے۔

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے خضر حیات۔"

وہ کہنا چاہتا تھا"اور تم جو میری ذات بن چکی ہو اس کا کیا؟"مگر کہہ نہ سکا۔آج اس کے سامنے ہانیہ مراد نہیں ایان مرتضیٰ کی بیوی کھڑی تھی۔

"اپنا خیال رکھنا۔تمہیں خوش دیکھتا تو میری تکلیف کم ہوتی۔رو کر میرا درد بڑھا گئیں تم۔"وہ اپنے انگوٹھے سے اس کا آنسو صاف کر کے۔اپنی پیشانی اس کی پیشانی پہ ٹکائے کہہ رہا تھا۔

"اس سے کہنا تم پہ ہاتھ نہ اٹھایا کرے۔کوئی کیسے تم پہ سختی کر سکتا ہے؟"

اس سے التجا کرتے ہوئے وہ آخر میں خود سے بڑبڑایا۔اس نے جانے کے لیے قدم اٹھایا تھا ہی کہ ہانیہ مراد نے آنکھیں کھول دیں۔ خضر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ کئی سال پہلے اس نے ان سرخ متورم آنکھوں کو دیکھ کر دل ہار گیا تھا۔آج دوبارہ وہ اسے اپنا اسیر بنا گئی تھیں۔

کوئی اس لڑکی سے کہے کہ اب اس کی اذیتیں نہ بڑھائے۔ایک آخری نگاہ اس پہ ڈال کر وہ چلا گیا اور ہانیہ وہیں بیٹھ کر روتی چلی گئی۔

اس دن کے بعد وہ دونوں ہاسپٹل میں ملے تھے۔اس ساری کہانی میں اسے یہ نہیں سمجھ آیا کہ اسے وہ پلزایان کب اور کیسے دیتا تھا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

زرین نے دو بڑے بڑے سوٹ کیس میں ساری چیزیں پیک کر لی تھیں۔ مدیحہ نے کال کر کے کہا تھا کہ تھوڑی دیر میں ان کی گاڑی آ رہی ہے، وہ جتنی تیاری کر سکتی ہے، کر لے باقی بعد میں بھی چیزیں اس تک پہنچ جائیں گی۔ وہ جب یہاں آئے تھے تو اتنا سامان نہیں تھا ان کے پاس۔ ایک سوٹ کیس تو مدیحہ کے بھیجے ہوئے سامان سے بھرا پڑا تھا۔

اباسور ہے تھے وہ سوٹ کیس دروازے کے قریب رکھ رہی تھی جب دروازے پہ دستک ہوئی۔

"کون ہے؟"

"دروازہ کھولیں جناب۔" بھاری اور خوبصورت مردانہ آواز آئی۔ زرین نے ڈھیر سارا تھوک نگلا۔

"میں اے سی پی قاسم مرزا ہوں۔ آپ کو لینے آیا ہوں۔"

وہ دوبارہ بولا تو دروازہ کھول دیا گیا۔ قاسم نے سامنے دیکھا ایک دبلی پتلی سی تتیس چوبیس سال کی لڑکی کھڑی تھی۔ رنگت گندمی تھی اور آنکھیں۔ وہ ایک لمحے کے لیے رک گیا۔ اس کی آنکھوں کا رنگ سبز تھا۔ ایسی خوبصورت آنکھیں اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ اسے خوبصورت تو نہیں کہا جا سکتا تھا مگر وہ کافی پرکشش تھی۔

"اباسور ہے ہیں۔" وہ دھیرے سے بولی۔ قاسم نے اسے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔ اندر آ کر اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔

"میں پھر آپ کے ابا کے اٹھنے تک کا ویٹ کروں یا آپ انہیں جگا دیں گی؟" زرین مضطرب ہوئی۔ یہ آدمی کتنا عجیب سا تھا۔

قاسم نے اسے حیران پریشان چھوڑ کر خود ہی دوسری جانب نگاہ گھمائی تو دیکھا احمد انکل نیند سے جاگ گئے تھے۔

"کیسے ہیں آپ؟" وہ ان کی طرف بڑھا۔ وہ اس سے بڑی گرم جوشی سے ملے۔ تقریباً دو ڈھائی سال بعد مل رہے تھے اس سے۔

اس سارے وقت میں زرین کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا کرے؟ کھڑی رہے؟ اس سے چائے یا پانی ہی پوچھ لے؟ ابا نے کچھ بتایا ہی نہیں۔ وہ دونوں باتیں کرنے لگے تھے اور وہ اضطرابی انداز میں کھڑی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

"نکلتے ہیں مجھے کہیں اور بھی جانا ہے۔ میں جلد بازی تو نہیں کر رہا؟ آپ کے پاس ساری چیزیں ہیں؟"

www.novelsclubb.com

قاسم نے یہ کہا تو وہ چونک کر سیدھی ہوئی فوراً اپنا عبایہ اٹھایا اور چہرے کے گرد سختی سے لپٹا ہوا دوپٹہ مزید لپیٹ لیا۔ قاسم نے اس کا ہر ایک انداز غور سے دیکھا۔ اسے یہ لڑکی پوری طرح سے پاگل لگی۔ قاسم نے پہلے سوٹ کیس گاڑی میں رکھے پھر احمد انکل کو احتیاط سے گاڑی تک لے گیا۔ وہاں دو گاڑیاں کھڑی تھیں۔ زرین کو دوسری گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ احمد انکل کو سیٹ پہ بیٹھا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔ زرین پچھلی نشست پر بیٹھی تھی۔

قاسم خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے سیٹ پر اپنا سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ گزرے وقت کی یادوں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

www.novelsclubb.com

ایک سال قبل۔

لکھنؤ' انڈیا۔

گومتی نگر...ایک پوش علاقے میں بنے چھوٹے سے بنگلے کی طرف چلو تو دیواریں پھولوں سے چھپی کھڑی تھیں۔خالہ کو بالآخر خالو کے حصے میں آئی جائیداد مل چکی تھی۔وہ اپنے چھوٹے سے محلے سے اس بنگلے میں شفٹ ہو گئی تھیں۔زرین اس سے پہلے ہی فصیح کے ساتھ دہلی جا چکی تھی۔سورج غروب ہو چکا تھا۔آج کل لکھنؤ کی ہوائیں بہت غیر سی محسوس ہو رہی تھیں۔

ہواؤں کو نظر انداز کر کے اگر تم بنگلے میں اندر کی طرف بڑھو تو ایک بڑے سے ہال میں صوفے پہ گندمی رنگت اور مناسب شکل و صورت والی نگہت خالہ بیٹھی تھیں۔آج کل دو دنوں سے وہ دونوں بھائی بہن بھی یہیں ٹھہرے ہوئے تھے۔

کچن سے کھٹ پٹ کرنے کی آوازیں آ رہی تھی۔خالہ کو اچھی طرح سے اگنور کر کے کچن کی طرف جاؤ تو سر پہ دوپٹہ اسکارف کی صورت لپیٹے سرخ ناک والی زرین سبزیاں کاٹ رہی تھی۔ خدا جانے کس بات پہ روئی تھی وہ۔

www.novelsclubb.com

تھوڑی دیر بعد ایک کمرے سے فصیح نکل رہا تھا۔ گندمی رنگت، مناسب قد، گہرے سیاہ بال اور خوبصورت سنہری آنکھوں والا فصیح۔ چہرے پہ ہمیشہ کی طرح مسکراہٹ سجائے وہ زرین کے سر پہ کھڑا ہو گیا۔

"اب تم اتنی سی بات پہ بھائی سے خفا ہو جاؤ گی؟"

"اتنی سی بات نہیں ہے بھائی۔ آپ ایسے کیسے کسی اور کے معاملے میں مجھ سے لڑ سکتے ہیں؟ مجھے ڈانٹ سکتے ہیں؟" وہ چائے کا برتن چولہے پر چڑھا کر بولی۔

"بات کسی اور کے معاملے کی نہیں تھی۔ تمہاری دوست کے ساتھ اگر غلط ہوا تھا تو تمہیں چاہیے تھا کہ اس کی بات سنتی۔ اور اگر وہ ڈھونڈنا چاہ رہی تھی تو ڈھونڈنے دینا چاہیے تھا۔ یہ کہنے سے پہلے کہ تمہارے ساتھ تو پھر بھی ٹھیک ہے دنیا میں لوگ کے اتنے سارے زیورات اور کتنے پیسے کھو جاتے ہیں۔"

www.novelsclubb.com

"ہاں تو۔اس کے صرف ایک ہزار کہیں گر گئے تھے۔اس کے ابو کو جانتے ہیں ناں اللہ نے اتنی دولت دی ہے پھر بھی ایک ہزار کے لیے رو رہی تھی۔اور اس کی وجہ سے آپ نے مجھے ڈانٹ دیا۔" فصیح نے افسوس سے سر جھٹکا۔

"اس نے تم سے پیسے مانگے؟اس نے یہ کہا کہ تم مجھے پیسے دے دو؟"زرین نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ کہہ رہی تھی میں ہی کیوں اللہ پاک ہر دفعہ مجھ سے چیزیں کھو جاتی ہیں۔شکوہ کر رہی تھی۔ دراصل اس سے چیزیں واقعی کھو جاتی ہیں۔ایک دفعہ کہیں کچھ رکھ کر بھول جائے گی تو مجال ہے جو اسے یاد آ جائے۔"

www.novelsclubb.com

"بالکل،یہی تو اصل بات ہے کہ وہ یہ باتیں اللہ سے کہہ رہی تھی۔تمہیں نہیں بتایا کسی اور دوست کو نہیں بتایا۔اس نے اپنے مالک کو بتایا۔اور زرین میرا بیٹا یہ ایک ٹاکسک positivity ہوتی ہے کہ مجھ سے زیادہ برا تو فلاں کے ساتھ ہوا میری تو پھر بھی خیر ہے۔ کسی کی ایکسیڈنٹ میں ٹانگ ٹوٹ جائے تو یہ کہتے ہیں چلو شکر ہے۔ٹوٹی ہوئی ہی ہے،بعد میں

ٹھیک ہو جائے گی۔ کسی کے پاس تو یہ بھی نہیں۔ ٹانگ کاٹ کے پھینکی نہیں گئی، مگر ٹوٹی تو ہے۔ انسان کو اس کے حصے کا غم محسوس کرنے دینا چاہیے۔ یہ بالکل ٹاکسک رویہ ہوتا ہے۔"

"وہ کیسے بھلا؟" فصیح نے گہری سانس لی۔

"جب تمہیں بخار ہوتا ہے تو کیا تم دوا لیتی ہو؟"

"ہاں لیتی ہوں۔"

"اس وقت یہ کیوں نہیں سوچتی کہ مجھے تو صرف بخار ہی ہوا ہے۔ دنیا میں اور کتنے لوگ ہیں جنہیں کینسر، ٹیومر جیسی بڑی بیماری ہے۔ تم اس وقت ایسا نہیں سوچتی تم بس اپنی بیماری کا علاج کرتی ہو۔ ناپ تول کیے بغیر۔ یہ سوچے بغیر کہ دنیا میں تو اس سے بھی بڑی بڑی بیماریاں ہیں پھر میں چھوٹی بیماری کا علاج کیوں کروں۔ بالکل اسی طرح تکلیف ہمیشہ تکلیف ہوتی ہے۔ اس میں ناپ تول کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔" زرین قائل نہیں نظر آ رہی تھی۔

"پھر بھی ہمارے پاس نعمت ہو تو شکوہ نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے اس کے پاس سے ایک ہزار غائب ہوا باقی جو اکاؤنٹ بھرے ہوئے ہیں اس کا کیا؟" وہ ہنسنے لگا۔

"سارے واٹس ایپ فارورڈ سچ نہیں ہوتے۔انسٹا گرام پہ کالے بیک گراؤنڈز پہ لکھے سفید فونٹ والے الفاظ پہ اتنا غور مت کیا کرو کہ ہم سن سکتے ہیں، چل سکتے ہیں، بول سکتے ہیں ہمیں اللہ سے شکوہ کرنے کے بجائے شکر ادا کرنا چاہیے۔غلط کہتے ہیں۔یہ ساری نعمتیں اللہ نے دی ہیں۔جس طرح نعمت دینے والا وہی ہے۔اسی طرح تکلیف، پریشان، غم، مصیبت بھی اللہ کے ہی طرف سے آتا ہے۔تو اگر آپ لوگوں سے نہیں اللہ سے شکوہ کر رہے ہیں اس کے سامنے بے بسی ظاہر کر رہے ہیں۔اس کو بتا رہے ہیں کہ یہ آپ کے بس کی بات نہیں۔آپ بہت بے بس ہو گئے ہیں تو یہ غلط نہیں ہے۔وہ آپ کا ملک ہے، وہ جانتا ہے آپ کو۔نعمتوں کا ہونا الگ بات ہے اور مصیبت میں اللہ کے سامنے رونا، گڑگڑانا، بے بسی ظاہر کرنا الگ۔"

وہ اس کی ناک پکڑ کر بولا تو زرین خفا خفا سی پیچھے ہٹ گئی۔ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا جب وہ یہ بات سمجھتی۔اس نے ہمیشہ سے یہی سمجھا تھا۔اسے باپ کا پیار نہیں ملتا تو وہ بھائی کے پیار سے ہی خوش رہتی تھی۔کبھی اللہ سے نہیں کہتی تھی کہ اس کو کتنی ضرورت تھی اپنے باپ کی۔اس ڈر سے کہیں اللہ فصیح کو بھی نہ لے لیں۔بے وقوف لڑکی۔

"میں نہیں مانتی۔جب اللہ نے آپ کو ایک نعمت پہلے ہی دی ہوئی ہے تو دوسرے کے لیے کیوں شکوہ شکایت کرنا۔اس کی عادت ہے۔بات بے بات رونے کی۔ہر آئے دن اس کا مجھے میسج آتا ہے کہ پتہ نہیں میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟میں بہت اداس ہوں۔میرا دل چاہ رہا ہے میں رو لوں۔اس کے پاس کوئی وجہ نہیں ہوتی ان سب کی۔اس وقت میں اس کو کہتی ہوں کہ جب بلاوجہ اداس ہو تو اپنی نعمتوں کو گن لیا کرو جو تمہارے پاس ہیں مگر دوسرے اس کے لیے ترس رہے ہیں۔شکر ادا کیا کرو اس سے اداسی دور ہو جائے گی۔"چائے ابل رہی تھی۔وہ اس طرف متوجہ ہو کر کہہ رہی تھی۔

"میری ایک دوست ہے۔اس کی ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ایک اچھی پوسٹ پہ جاب ہے۔وہ مجھے بتا رہی تھی کہ اتنا ورک لوڈ ہوتا ہے کہ سارا دن اس کا کھانا کھائے بغیر گزر جاتا ہے۔کبھی کبھی وہ ایک کپ کافی پہ ہی گزارا کرتی ہے۔وہ اپنی جاب سے بالکل خوش نہیں تھی۔اس نے یہی ساری باتیں اپنی کسی دوسری دوست کو بھی بتایا اس نے اس لڑکی سے کہا کہ۔"وہ کپ میں چائے انڈیل رہی تھی۔فصیح مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔وہ چپ ہوا تو زرین نے اس کی طرف دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"اس لڑکی نے میری دوست سے کہا کہ تم ایک اے سی والے کمرے میں سکون سے کام کر رہی ہو۔لاکھوں کما رہی ہو۔ان کے بارے میں سوچو جو تپتی دھوپ میں سارا دن مزدوری کرتے ہیں اور دن کا اسی نوے روپے کماتے ہیں۔اس لڑکی نے اتنا زیادہ ایموشنل کر دیا اسے کہ وہ چپ چاپ صبر کرنے کی کوشش میں بنا کھائے پیے مصروف رہتی۔کچھ وقت کے بعد اس کی صحت اتنی بری طرح متاثر ہوئی کہ وہ دو تین مہینے تک ہاسپٹل میں رہ کر آئی۔کوئی مہینے کا لاکھوں کما رہا ہو پھر بھی اسے تین وقت کا کھانا نہ ملتا ہو تو یہ فکر کی بات ہے۔"

"اب کیا ہوا اس کے ساتھ؟" وہ مسکرایا۔چائے سے اڑتی بھاپ کو دیکھ کر کہا۔

"اب اس نے اپنی پریشانی کا موازنہ دوسروں کی پریشانیوں سے کرنا بند کر دیا ہے۔اب وہ اگر پریشان ہوتی ہے تو اس پریشانی کا سامنا کرتی ہے،اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کرتی ہے۔اب وہ اپنے مقررہ وقت سے زیادہ کام نہیں کرتی اپنی صحت کا خیال کرتی ہے۔" زرین کو تھوڑا سمجھ آیا۔

"ان ساری بات سے میری دوست کا کیا تعلق؟"

www.novelsclubb.com

"ان ساری باتوں سے تمہارا تعلق ہے۔ کسی کی تکلیف سن کر اس کی خوشیوں کو یاد کر کے شکر ادا کرنے کا مشورہ دینا ایک ٹاکسک positivity ہے۔ جس کی ضرورت تمہیں بالکل نہیں ہے۔ اداس ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ کفر کر رہے ہیں، یا پھر ناشکری۔ جب بھی کبھی کوئی تمہیں کہے کہ وہ اداس ہے تو اس سے اس طرح کی باتیں مت کرنا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ جس طرح خوشی ایک جزبہ ہے اسی طرح غم بھی ایک جزبہ ہے۔ جب بھی کبھی ہمیں کوئی خوشی عطا کی جاتی ہے تو ہم اسے پوری طرح محسوس کرتے ہیں۔ کوئی روکنے نہیں آتا۔ لیکن اگر آپ پریشان ہوں کسی وجہ سے یا پھر بے وجہ تو ہر کوئی اس کے خلاف ہو جاتا ہے۔ اداسی کو بھی بھرپور طرح محسوس کرنا چاہیے۔ اور رہ گیا تمہاری دوست کا وہ بلاوجہ اداس ہونا تو وہ اس کے دماغ کا کیمیکل ری ایکشن ہو سکتا ہے۔ جسے محسوس کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جب وہ اس حالت میں تمہارے پاس آیا کرے تو تم اسے کمفرٹ کیا کرو۔ اس کی نعمت کی لسٹ اس کے سامنے مت رکھا کرو۔" اس نے چائے کا گھونٹ بھرا۔

www.novelsclubb.com

"وہ میری دوست ہے۔ میں اس کا بھلا ہی چاہتی ہوں۔ نعمتوں کا ہونا پھر ناشکری کرنا۔"

"یا اللہ۔ تم ابھی میری باتوں کی وجہ سے اداس ہو کر رو کر آئی ہو اس وقت کیوں نہ سوچا کہ تمہارے پاس نعمتیں ہیں؟ انہیں گننا شروع کر دیتی رونے کے بجائے۔ یہ دو الگ باتیں ہیں۔ خوشی بھی اللہ کی طرف سے ہے اور غم بھی۔ دونوں ایک جزبہ ہیں۔ احساس ہیں۔ اداس ہونا صرف ایک جذبہ ہے۔ ناشکری یا کفر نہیں۔"

"جو بھی تھا آپ نے مجھے کتنا ڈانٹا۔ کتنی تکلیف ہوئی مجھے۔" زرین نے اپنا رخ موڑ لیا۔ فصیح نے کپ واپس رکھ دیا۔

"تمہیں لگتا ہے میں کبھی تکلیف دے سکتا ہوں؟ میں کبھی تمہیں تکلیف میں دیکھ سکتا ہوں؟ تم روتی ہو تو میرا دل پھٹتا ہے۔ تمہاری چوٹ تم سے زیادہ مجھے درد دیتی ہے۔ میں تمہارے حصے کی تکلیف کو تم سے زیادہ محسوس کرتا ہوں۔ آئندہ کبھی مت سوچنا میں تمہیں تکلیف دے سکتا ہوں۔" وہ اس کی کہنی پکڑ کر اتنے پیار سے بولا کہ زرین کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ لیکن وہ اب

روتی نہیں تھی۔ فصیح اسے رونے نہیں دیتا تھا۔ وہ دونوں مختلف بارے میں باتیں کرتے قہقہے لگا رہے تھے۔

گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تو وہ ہوش میں آئی۔ بھیگے گال کو رگڑ کر صاف کیا۔ قاسم دروازہ کھولے کھڑا اس کا منتظر تھا۔ وہ اس وقت جو رباغ میں کھڑے تھے۔ یہ دہلی کا پوش علاقہ تھا۔ قطار در قطار بنے خوبصورت بنگلے۔ لمبی سڑک آگے سے مڑ رہی تھی جن کے اطراف میں پیڑ لگے تھے۔ قاسم انہیں لیے ایک بنگلے کے اندر گیا۔

صاف ستھرا سفید دیواروں والا بنگلہ نہ زیادہ بڑا تھا نہ ہی چھوٹا۔ چھوٹے سے لان کو پار کے وہ ہال نما کمرے میں آئے یہ شاید لونگ روم تھا۔ سامنے دیوار پہ بڑی سی ٹی وی لگی تھی۔ سرمئی رنگ کے صوفے پہ کچھ سامان پہلے ہی رکھا تھا۔ قاسم ابا کو ایک کمرے میں لے گیا تھا۔ وہ وہیں اس کے پیچھے گئی۔ ابا بیڈ پہ نیم دراز تھے۔

"اس گھر کے سارے کمرے کھلے ہیں۔ یہ چابی لیں۔ اوپری حصے کے سارے کمرے صاف ہیں آپ جس کسی میں بھی شفٹ ہونا چاہیں، ہو سکتی ہیں۔ لیکن جب تک احمد صاحب کے لیے نرس

www.novelsclubb.com

کاانتظام نہیں ہوتا آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ نیچے ہی رہیں۔ضرورت کی ساری چیزیں موجود ہیں۔"وہ زرین سے کہتا ہوا باہر نکل گیا تو وہ بھی اس کے پیچھے ہی واپس لیونگ روم تک آئی۔

"اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو اس موبائل فون میں نادر کے نام سے ایک نمبر محفوظ ہے اس پہ کال کر کے بتا سکتی ہیں اور ہاں آپ جب تک یہاں ہیں اپنا پرانا موبائل فون نہیں استعمال کریں گی۔اپنے والد صاحب کو بھی بتا دیجیے گا۔باقی کی باتیں پھر کبھی خدا حافظ۔گیٹ اچھے سے لاک کر لینا کوئی بھی آئے دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں ہے۔"وہ ایک موبائل فون اس کے ہاتھ میں دیتا جانے ہی لگا تھا جب زرین کی آواز پہ رک گیا۔

"مدیحہ آئیں گی تو بھی نہیں کھولنا ہے دروازہ؟"

www.novelsclubb.com

"ہمارے پاس دوسری چابی ہے۔ہم آجائیں گے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور دروازہ کھولنے کی بالکل بھی نہیں۔آپ پوچھیں گی کون ہے تو کوئی بھی آپ کی پھوپھو کا سگا بیٹا بن کر گھسا چلا آئے گا۔اس سے زیادہ تو سوال کرتی نہیں ہیں آپ،دروازہ کھول دیتی ہیں۔"

زرین کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ قاسم وہاں سے چلا گیا۔ فصیح بھائی کے ساتھ دیکھا تھا اس نے اس آدمی کو اتنا بداخلاق اور بدتمیز لگتا تو نہیں تھا۔

وہ عبایہ اتار کر ابا کے کمرے میں آئی تو وہ لیٹے ہوئے تھے۔ زرین ایک طرف بیڈ پہ ٹک کر بیٹھ گئی۔ آنکھیں سوجی ہوئی تھیں اور چہرے کے گرد اسکارف کی صورت دوپٹہ لپیٹا ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر دھیرے سے مسکرا دیے۔

"سب آپ کو کتنی عزت دے رہے ہیں۔ پہلے وہ جوہر دکھ سکھ میں ہمارے ساتھ کھڑے تھے۔ پھر انہوں نے ہمیں مدیحہ کی طرف بھیجا اور اب یہ اے سی پی۔" وہ اپنی انگلیوں کو دیکھ رہی تھی۔ احمد کے چہرے کا رنگ بدلا۔

www.novelsclubb.com

"کتنا ظلم ہوا ناں آپ کے ساتھ ابا؟ کتنے مظلوم نظر آ رہے ہیں آپ۔ یہ لوگ جو آپ کے سامنے نظریں جھکائے نرم لہجے میں بات کرتے ہیں وہ آپ کو وکٹم سمجھ رہے ہیں۔ مگر حقیقت تو ہم دونوں ہی جانتے ہیں ناں ابا کہ آپ اس کہانی کے وکٹم نہیں..... ولن ہیں۔" احمد نے

ساکت نظروں سے اسے دیکھا۔یہ اس زرین کا چہرہ نہیں تھا جسے وہ جانتے تھے جوان کی بیٹی تھی۔

"یہ حقیقت تو میں جانتی ہوں اور آپ جانتے ہیں۔باقی جو جانتے تھے وہ تو مر گئے۔یا پھر انہیں مار دیا گیا۔ڈر کیوں رہے ہیں؟سچ برا لگ رہا ہے؟میری ماں، مدیحہ کے والد، فصیح۔سب مر گئے۔انہیں مار دیا گیا۔"

"زرین تم۔"

"انہیں مار دیا گیا ناں ابا؟اگلی باری کس کی ہے؟میری؟"وہ ان کے کانپتے ہاتھوں کو جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"میں کچھ نہیں بھولی ہوں ابا۔ان کی دبی دبی سسکیاں آج بھی مجھے سنائی دیتی ہیں۔ان کے زخم آج بھی یاد ہیں۔سب کو لگتا ہے کہ احمد کا ظرف کتنا اعلیٰ ہے۔اس نے کیسی عورت کو اپنایا عزت دی۔مگر حقیقت تو ہم جانتے ہیں ناں ابا۔"احمد کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

"کاش کہ آپ جیسے نظر آتے ہیں ویسے ہوتے۔ جس مدیحہ پہ اتنا غرور ہے آپ کو کاش میں اسے بتا سکتی کہ اس کی زندگی برباد کرنے والا آدمی کون ہے۔ کون ذمہ دار ہے اس کی یتیمی کا۔ کس کی وجہ سے اس کے گھر میں آگ لگی۔ آپ وکٹم کبھی نہیں تھے ابا۔ آپ ولن تھے اور ہمیشہ رہیں گے۔" احمد کی سانس اکھڑنے لگی تھی۔ وہ بیڈ پہ جھکے گہری گہری سانس لے رہے تھے۔ چند لمحے وہ انہیں دیکھتے رہی پھر وہاں سے نکل گئی۔

اور کتنے بھید باقی تھے؟ اور کتنے راز دفن ہوئے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شام کے چار بجے کا وقت ہوا تھا۔ آج اتوار کا دن تھا اور وہ اپنے دونوں بچوں سمیت لودھی گارڈن چلی آئی تھی۔ بچے آج صبح ہی واپس آئے تھے۔ اب امتحان ختم ہو چکے تھے تو انہیں دہلی گھومنے کا نشہ چڑھ گیا۔ اسے سمجھ نہیں آیا اس وقت کہاں جائے تو وہ یہیں چلی آئی۔

یہ نوے ایکڑ زمین پہ پھیلا ہوا گارڈن تھا۔ برطانوی عہد میں اس باغ کا نام لیڈی ولنگٹن پارک تھا۔ اسے زیادہ ہسٹری تو نہیں پتا مگر اتنا ضرور جانتی تھی کہ یہ علاقہ ایک گاؤں ہوا کرتا تھا، جس

میں اب لودھی اور سید خاندانوں کی یادیں اور قبریں موجود تھیں۔ باغ کے وسط میں لودھی خاندان کے مقبرے، فوارے، تالاب، پھول اور جوگنگ ٹریک بھی بنے ہوئے تھے۔ گارڈن شام تین بجے سے چھ بجے تک بہت زیادہ آباد ہو جایا کرتا تھا۔ اس وقت بھی بہت رش تھا۔ لوگ فوٹو گرافی میں مصروف تھے۔ سیاح یہاں سے وہاں بھٹک رہے تھے۔ بچے کھیل میں مصروف تھے۔ کچھ نوجوان ٹولیوں کی صورت کرکیٹ اور فٹ بال کھیل رہے تھے۔

ہانیہ خود ایک جاگنگ ٹریک پر کھڑی تھی۔ ان ہی ٹریک میں سے ایک ٹریک پر خضر گودی میں ننھی بچی کو اٹھائے چلا آرہا تھا۔ سفید شرٹ پر سیاہ پینٹ پہنے وہ بہت سے رف سے حلیے میں تھا۔ ہانیہ کے دونوں بچے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھے۔ خضر نے ایک نظر اسے دیکھا پھر مسکراتا ہوا آگے نکل گیا۔ زائشہ کو بچوں کے پاس چھوڑ کر وہ خود قدم قدم چلتا آیا۔

وہ قریب آنے لگا تو ہانیہ کو اپنے حلیے کا احساس ہوا۔ اس نے ایک مہنگے برانڈ کی سادہ سی فیروزی رنگ کی فراک زیب تن کی تھی۔ اور ساتھ ہی بڑا سا دوپٹہ سینے پہ پھیلایا تھا۔ جس کے کناروں

www.novelsclubb.com

پہ سفید دھاگے سے کام کیا گیا تھا۔ سادہ سی چپل میں وہ بغیر میک اپ کے بھی اچھی لگ رہی تھی۔

"کیسی ہیں آپ ڈاکٹر؟" وہ مسکرایا۔ ہانیہ مسکرا بھی نہ سکی۔

"میں تمہاری موجودگی کو اتفاق سمجھوں؟"

"بالکل نہیں۔ اتفاق اس دنیا میں بہت کم ہی کم ہوتے ہیں۔ آپ کے اور میرے معاملے میں تو باقاعدہ سازشیں کی جاتی ہیں۔ ظالم دنیا۔" ہانیہ کو لگا وہ اس پہ طنز کر رہا تھا لیکن خضر ایسا کر سکتا تھا کیا؟ کبھی نہیں۔

"سازشی بھی ہو گئے تم؟"

"بس دیکھ لو کیا کیا ہو گیا ہوں۔" وہ ہنس کر بولا۔ وہ دونوں اب چلتے ہوئے پل کی طرف بڑھے۔ یہ مصنوعی جھیل پہ مصنوعی مگر خوبصورت پل بنایا گیا تھا۔ جس کے اطراف میں پودے لگے تھے۔ جھیل میں بطخ تیر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے وہ؟"

www.novelsclubb.com

"میری بیٹی کے بارے میں پوچھ رہی ہو؟ہاں بالکل ٹھیک ہے۔"ہانیہ پل پہ رک گئی۔وہ بھی رک گیا۔

"ماں کہاں ہے اس کی؟"

"شی از نو مور۔"

"ایسا دکھاوا کرنا بند کرو کہ وہ زہرہ کی نہیں تمہاری بیٹی ہے۔"خضر کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"وہ میری ہی بیٹی ہے ہانیہ۔زہرہ مجھ سے عمر میں بڑی تھی لیکن اسے بھی میں نے اپنے بچوں کی طرح پالا ہے۔اب اس کی اولاد کو بھی اسی طرح رکھوں گا۔تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میں تمہارے سامنے کچھ ثابت کرنا چاہتا ہوں؟"وہ کچھ نہ بولی۔سامنے دیکھنے لگی۔

"اس دن تم چلی کیوں گئی تھی؟"

"میری ڈیوٹی ختم ہو چکی تھی۔"خضر چند لمحے سینے پہ بازو لپیٹے اسے دیکھتا رہا۔ہانیہ دور کھیلتے اپنے بچوں کو دیکھ رہی تھی۔

"کبیر سے اتنی دوستی کب ہوئی تمہاری؟"

"جب وہ مجھے تمہاری شادی کے کارڈ کی دھمکی دینے آیا تھا۔" وہ زیر لب مسکرائی۔

"پھر شادی کا کارڈ دینے آیا یا پھر دھمکی ہی دے کر رہ گیا؟"

"دھمکی بھی دی اور کارڈ بھی دیا۔" وہ ہنسنے لگا۔ ہانیہ بھی ہنس دی۔ کبیر سے کچھ ایسی ہی توقع کی جا سکتی تھی۔

"پھر اس دن کے بعد سے وہ روز میرے پاس آنے لگا۔ تازہ تازہ دل ٹوٹا تھا۔ اسے لگتا تھا مجھے اس کی ضرورت ہے۔ ہو گئی دوستی۔" ہانیہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔ وہ کچھ جتا نہیں رہا تھا بس سادگی سے بتا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کالج کے دنوں میں ہم سب لودھی گارڈن روز آیا کرتے تھے۔ اب سب کچھ بدل گیا ہے۔ پہلے ہم خود بچے تھے اب ہمارے بچے ہیں۔" خضر نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔ ہانیہ کے ساتھ ہی اس کا رابطہ باقی دوستوں سے ٹوٹ گیا تھا۔

"تمہاری طلاق کا سن کر افسوس ہوا۔" وہ تھوڑی دیر بعد بولا تو ہانیہ ٹھٹکی۔

"میری طلاق ابھی نہیں ہوئی ہے اور کیا تم میری طلاق کا سن کر ہی اتنے سالوں کے بعد اب میرے آس پاس بھٹک رہے ہو؟" خضر نے نفی میں سر ہلایا۔ ہانیہ بات بات پر شک کرنے لگی تھی۔ ٹرسٹ ایشوز۔

"میں یہاں اس لیے ہی کھڑا ہوں ہانیہ کیونکہ تم نے اجازت دی۔ نہ دیتی تو چلا جاتا۔ ابھی کہہ دو تو پلٹ جاؤں۔ تمہارا حکم ماننا میرے لیے مشکل کام نہیں اور مجھے یہ کہنا کہ خضر حیات اب میرے راستے میں مت آنا تمہارے لیے مشکل کام نہیں۔" ہانیہ کو یاد آیا آنے سے پہلے وہ اسے میسج کر کے آئی تھی کہ میں لودھی گارڈن جا رہی ہوں۔

"کیوں کھڑے ہو پھر چلے جاؤ۔"

www.novelsclubb.com

"چلا جاؤں گا مگر اس سے پہلے وہ تو کہہ لو جو کب سے کہنے کی کوشش کر رہی ہو۔ تمہارا ایک ایک انداز مجھے حفظ ہے ہانیہ۔ میں سن رہا ہوں۔ آرام سے بتاؤ بغیر کسی جھجھک کے۔ تمہارے پاؤں اب بیڑیوں سے آزاد ہیں۔" وہ بہت نرمی سے بول رہا تھا۔ ہانیہ نے ڈھیر سارا تھوک نگلا۔ زکام زدہ سی سانس لی۔ بالآخر اس نے سچ کہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ساؤتھ دہلی کے ایک پوش علاقے میں اونچی اونچی کھڑی بلڈنگز غرور سے اپنے آس پاس گزرتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھیں۔ان میں سے ایک بلڈنگ کے اپارٹمنٹ میں جاؤ تو کھلے سے لاؤنج میں ٹی وی چل رہا تھا۔سکرین پہ شاہد کپور کی پاپولر موووی جب وی میٹ چل رہی تھی۔اپارٹمنٹ بے حد عالیشان تھا۔مہنگا ترین۔سبز اور سفید کے کمبی نیشن کے پردے گرے تھے۔

سفید رنگ کے ایل شیپ صوفے پر بیٹھی جولیا مسکراتے ہوئے سکرین پہ نظر آتے منظر کو دیکھ رہی تھی۔اس نے اپنی گودی میں کشن رکھا تھا جس پر پاپا کارن کا بڑا برتن رکھا ہوا نظر آرہا تھا۔

گیت نے کوئی ڈائیلاگ کہا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنسی۔یہ اس شاندار دور کی فلم تھی جب بالی وڈ اچھی فلمیں بنایا کرتا تھا۔ڈور بیل بجی تو وہ زبردستی اٹھ کر ننگے پاؤں چل کر دروازہ کھولنے گئی۔اتنا مہنگا اپارٹمنٹ تھا چپل کیسے پہن سکتی تھی وہ؟

دروازہ کھول کر دیکھا تو ہاتھ میں ڈھیر سارا سامان لیے کبیر مراد کھڑا تھا۔جولیا مسکرا کر پیچھے ہٹی۔

"آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"میں کھڑا ہوں سامنے سے ہٹو تاکہ اندر آسکوں۔" وہ گڑبڑا کر ہٹی۔ کبیر ڈھیر سارے شاپرز لے کر اوپن کچن میں گیا۔ وہ کھانا لے کر آیا تھا۔ ایک پلیٹ میں چکن کے ٹکڑوں کو سجا کر وہ حیران کھڑی جولیا کی طرف آیا۔

"اس سب کا کیا مقصد تھا؟"

"سیفٹی جولیا۔ سیفٹی۔" وہ کانٹے میں چکن کے چھوٹے پیس پھنسا رہا تھا۔

"مجھے لگا تھا میں مر جاؤں گی۔" وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ کبیر بھی اس کے سامنے رکھے صوفے پر بیٹھا۔

"تمہیں کیا لگا تھا میں تمہیں ایسے ہی جانے دوں گا؟ تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لی ہے میں نے۔ جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہارا کچھ نہیں کر سکتا۔" جولیا تھوڑی سی ایموشنل ہو گئی۔

اس رات.....

جولیا گاڑی کی پشت سے ٹیک لگائے مسلسل کبیر کو یاد کر رہی تھی۔ ایک گھنٹے کے بعد گاڑی رکی۔ اس کے ساتھ بیٹھے آدمی نے اسے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ جولیا تابدری سے ان کے پیچھے چلنے لگی۔

اسے لگا وہ اسے کسی کوٹھری ٹائپ جگہ لے جائیں گے مگر یہ تو ایک شاندار اپارٹمنٹ تھا۔وہ حیرت سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

"باس کا فون ہے۔"ایک آدمی نے اس کی جانب موبائل فون بڑھایا۔جولیا نے بے آواز آنسو بہاتے ہوئے ہیلو کہا۔

"کھانا فریج میں رکھا ہوا ہے۔نکال کر گرم کر لو اور کھا کر چپ چاپ سو جاؤ۔جب تک یہاں ہو اپنا موبائل آن مت کرنا۔اندر بیڈ روم میں ایک نیا موبائل تمہارے لیے رکھ دیا گیا ہے۔رونا بند کرو جولیا۔"کبیر کی آواز سن کر وہ کسی بچے کی طرح رو رہی تھی۔اس نے چند باتیں کہہ کر فون رکھ دیا تھا۔وہ آدمی بھی جا چکے تھے۔

www.novelsclubb.com

آج اسے اس اپارٹمنٹ میں رہتے ہوئے پورا ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔اس دن کے بعد نا تو کوئی اس سے ملنے آیا نہ کسی قسم کا کوئی پیغام آیا تھا۔یہاں ہر سہولت موجود تھی۔

"میرے پیچھے جو لوگ لگے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کا اگلا شکار تم ہو۔تمہاری حفاظت کے لیے یہی ٹھیک ہے۔جب تک ان کا پتا نہیں چلتا، یہاں آرام سے کھاؤ پیو عیش کرو۔تمہاری سیلری

اکاؤنٹ میں بھیج دی جائے گی۔ یہ سارا معاملہ ختم ہونے کے بعد تم ایکسٹرا کام کر کے اپنی تنخواہ حلال کرو گی۔ کھانا ختم ہو چکا ہے میرا، اب میں چلتا ہوں۔" وہ ٹشو سے منہ تھپتھپا کر اٹھا۔ جولیا کو آج وہ برا نہیں لگا۔ وہ اسے چھوڑنے دروازے تک آئی۔

"اور سنو۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ہمیشہ تمہاری حفاظت کروں گا۔" کبیر نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔ جولیا نے سر اثبات میں ہلایا۔ چند ہدایات دے کر کبیر مراد جا چکا تھا۔ وہ چاہے وکٹم ہو، کریمنل ہو، ولن ہو کچھ بھی ہو۔ جولیا کو وہ اپنی زندگی کا ہیرو لگتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مدیحہ فاروق کے خوبصورت پھولوں کی چھاؤں میں چھپے بنگلے کے ڈائننگ ٹیبل پہ اس وقت نظیر انکل بیٹھے تھے۔ دوپہر کا وقت ہوا تھا اور وہ سکون سے سو رہی تھی۔ جب نظیر انکل نے کال کر کے کہا کہ وہ باہر کھڑے ہیں۔ مدیحہ کچن سے چاول کی پلیٹ لیے چلی آئی۔ آج اس کی چھٹی تھی۔ وہ ڈھیلے سے شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔ بالوں میں تیل لگا کر چٹیا بنا رکھی تھی۔ نظیر انکل خفا خفا سے بیٹھے تھے۔

"میں پہلے ہی بتا رہی ہوں اگر آپ نے کوئی نقص نکالا کھانے میں تو میں آپ کو کل رات کی رکھی دال دوں گی صرف کھانے میں۔" وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھی۔انہوں نے اس کی بات پہ دھیان نہیں دیا۔

"آخر ضرورت کیا ہے سالن بنانے کی؟ بھنا ہوا گوشت نہیں کھا سکتی تم؟"

"یہ اچھی زبردستی ہو گئی۔مجھے ایسے ہی پسند ہے اور میں ایسے ہی کھاؤں گی سنا آپ نے۔" وہ پیشانی پہ بل ڈالے کھاتے رہے۔

"اگلی دفعہ سے میرے لیے تھوڑا نکال کر الگ رکھ دینا پھر پانی ڈالنا۔"

"اگلی دفعہ آپ گوشت اپنے گھر سے لے آیئے گا۔میں روٹی دے دوں گی۔" انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔وہ سخت ناراض تھے۔ناراض تو مدیحہ بھی تھی۔ایک تو بغیر اطلاع کے آئے ہیں اوپر سے اس کی غلطی نکال رہے ہیں۔

"تمہارے دونوں بھائی کہاں گئے؟"

"جواد اپنے دوستوں کے ساتھ ٹرپ پہ گیا ہوا ہے۔ واپسی کا کچھ پتا نہیں۔ چھوٹو اپنے اپارٹمنٹ۔ میں آج کل اکیلی ہوتی ہوں۔ کوئی رینٹ پہ رہنے کو تیار ہو تو بھیج دیں۔" اس نے بھنڈی کی سبزی انہیں آفر کی۔ انہوں نے ہاتھ سے منع کر دیا۔

"میں نے چھوٹو کے بارے میں نہیں پوچھا۔ میں تمہارے دوسرے بھائی کا پوچھ رہا ہوں۔ جس کے لیے آج کل بہت خوار ہو رہی ہو تم۔" مدیحہ کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ کر پلیٹ میں گرا۔ اس نے ساکت نظروں سے انہیں دیکھا۔ وہ بہت اطمینان سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"جواب دو مدیحہ فاروق۔ بھائی کیسا ہے؟ یا پھر یہ بتاؤ کہ فصیح کا باپ کون ہے؟"

مدیحہ بے یقینی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس کی انگلیاں لرزیں۔ آنکھیں سرخ ہوئیں۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ سنبھل گئی۔

"اگر آپ واقعی سوال پوچھ رہے ہیں تو میں آپ کو جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔ اور اگر آج آپ مجھے دھمکانے آئے ہیں تو برابری پہ اتر جاتے ہیں۔" اس نے دو گھونٹ پانی پیا۔ نظیر انکل نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"کیسی برابری؟"اب کے وہ کھل کر مسکرائی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے کہ جب مدیحہ آپ کی ایک بے ضرر سی کال پہ بھاگی چلی آتی ہے تو وہ آپ کے بار بار بلانے پر بھی آپ کے بیٹے کی سالگرہ میں شامل کیوں نہیں ہوتی؟"نظیر انکل کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوا۔بہت غلط رگ پہ ہاتھ رکھا تھا اس نے۔

"میں اس لیے شامل نہیں ہوتی کیونکہ میں آپ کے بیٹے سے شدید نفرت کرتی ہوں۔میں اس سے جڑی کسی بھی خوشی میں کبھی شریک نہیں ہو سکتی۔"وہ کہہ رہی تھی اور وہ سن رہے تھے۔ انہیں لگا وہ اب کچھ بول نہیں سکیں گے۔

"آپ کو کیا لگتا ہے میں نہیں جانتی کہ آپ کے نام کے ساتھ مراد حسن کا نام لگتا ہے۔میں یہ پچھلے دس سالوں سے جانتی ہوں کہ کبیر مراد کس کا بیٹا ہے۔وہی بیٹا جسے آپ نے ڈس اون کر دیا تھا۔جس کے بارے میں آپ نے اعلان کیا تھا کہ وہ آپ کا بیٹا نہیں ہے۔"

کہنے اور سننے کو کچھ نہیں بچا تھا۔مدیحہ نے جھوٹ نہیں کہا تھا کہ وہ اس بساط کی ملکہ ہے۔اس کی چال ہر چال پہ بھاری تھی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ کا چینل میری ضد میں خریدا اس نے؟ بالکل نہیں۔ ہر انسان کو یہی لگتا ہے مگر سچ تو ہم دونوں جانتے ہیں ناں۔ آپ کا چینل اس نے آپ کی ضد میں خریدا۔ یہ باپ بیٹے کا کھیل تھا لیکن نشانہ میں بنی۔ آپ کو لگا تھا کہ مدیحہ بے وقوف ہے گاسپ میں اس کا نام آ رہا ہے تو آنے دیتے ہیں۔ کسی کو کیا ہی خبر ہو گی۔" ان کی پیشانی پہ پسینے کی ننھی بوندیں نمودار ہوئیں۔

"میرے پاس ایسے کئی راز ہیں۔ میں ان کی حفاظت کر رہی ہوں آپ بھی کریں۔ آپ میرے محسن ہیں۔ باس ہیں۔ دوست ہیں۔ میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں۔ اور بدلے میں یہی امید کروں گی کہ آپ بھی میری عزت کریں۔" مدیحہ نے پانی کا گلاس ان کی طرف بڑھایا۔ جسے انہوں نے تھام لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مراد محل اپنی پوری شان سے کھڑا تھا۔ لوگ اپنے اپنے کمروں میں بند تھے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی خضر کی ماں یہاں سے گئی تھیں۔ وہ بیڈ پہ بیٹھی تھی۔ کان سے موبائل لگا رکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں بہت خوش ہوں خضر۔دادا نے سب میرے اوپر چھوڑ دیا ہے اور بھلا میں کیوں انکار کروں گی؟"اس نے کچھ کہا تو وہ جواباً کھلکھلا کر ہنس دی۔عین اسی لمحے دروازے پہ دستک ہوئی۔

"سنو میں تمہیں کال کرتی ہوں ابھی۔"اس نے موبائل ٹیبل پہ رکھا۔پھر اونچی آواز میں آ جائیں کہا۔دروازہ کھول کر احسن مراد اندر آئے۔وہ شاید آفس سے یہیں آئے تھے۔

"ڈیڈ آپ۔"اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔مگر اگلے ہی لمحے وہ ان کا چہرہ دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ کہیں کچھ تو غلط تھا۔

"بیٹھو کچھ بات کرنی ہے۔"وہ بیڈ پہ بیٹھ کر بولے۔ہانیہ بھی فاصلے پر بیٹھ گئی۔

"آج تمہارے رشتے کے لیے کچھ لوگ آئے تھے۔تم اپنے دادا کے سامنے اس رشتے کے لیے انکار کرو گی۔ایان مرتضیٰ کے لیے ہاں کہو گی۔"وہ بات کرنے آئے تھے یا فیصلہ سنانے؟

"میں خضر حیات کے علاوہ کسی دوسرے انسان کے لیے ہاں نہیں کروں گی ڈیڈ۔میں اسے پسند کرتی ہوں۔"اس نے ڈرتے ڈرتے اپنی بات مکمل کی۔دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔اپنے باپ کے سامنے وہ بولتی نہیں منمناتی تھی۔آج خدا جانے کہاں سے اتنی ہمت آ گئی۔

"تم مجھے انکار کر رہی ہو؟" وہ دھاڑے۔ہانیہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ جسم لرزنے لگا تھا۔

"میں خضر حیات کے لیے ہاں کہہ رہی ہوں ڈیڈ۔"

"تم جانتی نہیں ہو میں کیا کر سکتا ہوں تمہارے ساتھ۔" وہ اس کے بالوں کو مٹھی میں دبوچ کر بولے۔

"دادا کی موجودگی میں آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے ڈیڈ۔وہ میری مرضی کے بغیر کہیں اور میری شادی نہیں کرنے دیں گے۔" وہ رونے لگی تھی۔احسن مسکرائے۔اس کے بالوں پہ اپنی گرفت مضبوط کی۔

"کس نے کہا میں زبردستی شادی کرواؤں گا؟ میں تمہارے ساتھ وہ کروں گا جو کبیر کے ساتھ ہوا۔ جس طرح وہ ایک گالی جیسی زندگی گزار رہا ہے بالکل ویسی ہی تم بھی گزارو گی۔ میں بھری محفل میں عین تمہاری شادی کے وقت تمہیں ڈس اون کر دوں گا۔ میں ایک اسٹیٹمینٹ دے دوں گا کہ تمہاری ماں نے اپنی ناجائز اولاد کس طرح میرے سر ڈالی دی تھی۔ تم ایک گالی بن کر رہ جاؤ گی۔" انہوں نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے۔"

"میں ایسا ہی کروں گا۔ تمہاری ماں سارے زمانے میں بدنام ہے۔ سب آنکھ بند کر کے یقین کر لیں گے۔ یہ میاں بیوی کی ایسی بات ہے کہ تمہارے دادا بھی کچھ نہیں کر سکیں گے۔ لیکن اگر تم ایان کے لیے ہاں کہہ دو تو میں ایک باپ بن کر تمہیں رخصت کروں گا۔ مرضی تمہاری ہے۔" وہ وہاں سے نکل کر چلے گئے۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے میرے ساتھ ڈیڈ۔ پلیز۔ میں خضر سے بہت پیار کرتی ہوں۔" وہ چیخ رہی تھی۔ گڑگڑا رہی تھی۔ محل کی دیواروں نے اس کی چیخوں کو دبا دیا۔

مری ہوئی ماں پہ ایک اور الزام نہیں برداشت کر سکتی تھی وہ۔ قیامت کے روز اگر ماں نے منہ پھیر لیا تو وہ کہاں جائے گی؟ ماں کے لیے ایسے سو خضر قربان۔ اس نے کبیر کو سسکتے ہوئے زندگی گزارتے دیکھا ہے۔ وہ یہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپنے لیے مشکل چن لی تھی۔

ہانیہ چپ ہو گئی تو خضر نے گہری سانس لی۔ مغرب کی اذانیں فضا میں بلند ہونے لگی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"میں مجبور تھی۔شاید نہیں تھی۔مجھے اس وقت جو سہی لگا میں نے کیا۔ان سب میں نقصان تمہارا بھی ہوا۔مجھے اس کے لیے معاف کر دینا۔میں اب آگے بڑھنا چاہتی ہوں زندگی میں۔ اپنے بچوں کو ایک اچھی زندگی دینا چاہتی ہوں۔میں اپنے دل پہ کوئی بوجھ نہیں رکھنا چاہتی۔آج نہیں تو کل ایان سے میری علیحدگی ہو جائے گی۔میں ماضی کو بھول کر اپنا حال اور اپنے بچوں کا مستقبل سنوارنے کی کوشش کرنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے تم سے نہ پہلے کوئی شکوہ تھا نہ آج ہے۔تم اپنے فیصلوں میں آزاد تھیں۔مجھ سے شادی کرنا نہ کرنا تمہاری مرضی تھی اور مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوتا مگر چند گھنٹے قبل تم نے میری ماں کو دیکھ کر کال پہ خوشی ظاہر کی تھی پھر اچانک ہی انکار میں پریشان ہو گیا تھا۔جو ہوا وہ ہمارا بخت تھا۔ بخت کے فیصلوں کے آگے ہمارا کوئی زور نہیں۔"وہ دوستانہ مسکراہٹ لیے بولا۔خضر حیات سے اور کیا توقع کی جا سکتی تھی۔ماضی کا کوئی حوالہ نہیں۔اپنے کوئی غم نہیں سنائے۔ایک دم سے ہی سب اس کے لیے اتنا آسان کر دیا۔ہانیہ اسے کھو کر پھر سے پچھتائی۔

www.novelsclubb.com

"میں اب گھر کے لیے نکل رہی ہوں۔ شکریہ۔" وہ نجانے کس بات کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے اور بچوں کو لیے ان کی کار تک آیا۔ جھک کر ماہی کے دونوں گال چومے۔ ہانیہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھی۔

ایک زندگی سے بھرپور شام گزار کر وہ وہاں سے پلٹ گئے تھے۔ لودھی گارڈن کے پھول انہیں اداسی سے دیکھ رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈائیننگ ٹیبل پہ خاموشی چھائی تھی۔ مدیحہ کھانا کھانے میں مصروف تھی۔ وہ اسے دیکھ رہے تھے۔ اداسی سے۔ مضطرب ہو کر۔

www.novelsclubb.com

"وہ جانتا ہے کہ تم جانتی ہو؟" انہوں نے بہت آہستگی سے سوال کیا۔

"ہاں وہ جانتا ہے۔"

"اس نے تمہیں بتایا تھا؟" مدیحہ نے گردن اٹھا کر انہیں دیکھا پھر نفی میں سر ہلایا۔

"میں تمہیں دھمکانے نہیں آیا تھا۔ مدد کرنا چاہ رہا تھا۔" مدیحہ بھی نرم پڑ گئی۔

"میں آپ کو ان سب میں شامل نہیں کرنا چاہتی۔"

"اکیلے لڑ لڑ کر تھک جاؤ گی۔"

"ساتھ لڑوں گی تو ہار جاؤں گی۔"

"تم مجھے بہت عزیز ہو مدیحہ۔" انہوں نے گھر سانس لے کر اعتراف کیا۔

"آپ بھی مجھے بہت عزیز ہیں۔"

"بہت عزیز ہو تم مجھے۔ بالکل میری بیٹیوں جیسی ہو تم۔"

"کمال ہے۔ اپنی اولاد کو کبھی اپنا کہا ہی نہیں زبردستی میرے باپ بننا چاہتے ہیں۔ یہ بھید بھاؤ کیوں؟" انہیں سینے میں تکلیف ہوئی۔ ملکہ کو اتنا بھی بے رحم نہیں ہونا چاہیے۔

"غلطی کر دی تھی۔ آج تک سزا بھگت رہا ہوں۔"

www.novelsclubb.com

"آپ کا خاندانی مسئلہ ہے۔میں کیا کہہ سکتی ہوں۔میں آپ کے خاندان کو نہیں دیکھتی۔آپ میرے خاندان سے نگاہیں ہٹالیں۔میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں مگر اپنے خاندان سے زیادہ نہیں۔اگلی دفعہ سالن نہیں بناؤں گی۔"اس نے آخری نوالا چبایا۔

"اگلی دفعہ سالن دیکھ کر شکایت نہیں ہو گی۔"وہ بھی مسکرا کر بولے۔ایک منٹ کیا واقعی یہ سالن کی بات ہو رہی تھی؟ان دونوں میں ایک چیز بہت کامن تھی۔وہ دونوں ایک جیسے خود غرض تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ارد گرد سے بے نیاز تیزی سے چل رہی تھی۔آج اس نے سادہ سی بے بی پنک کلر ساڑھی پہن رکھی تھی۔بالوں کو پشت پہ کھلا چھوڑ رکھا تھا۔وہ اونچی سی ہیل پہنے سیف ہاؤس کے زینوں پہ چڑھ رہی تھی۔اس کے پیچھے ہی کبیر مراد چلا آرہا تھا۔اتنی جگہ نہیں تھی کہ دو انسان ساتھ اوپر چڑھ جاتے۔

بے دھیانی میں چلتے ہوئے اس کا پاؤں اچانک ہی مڑا۔اس سے پہلے وہ گرتی برق رفتاری سے کسی نے اسے گرنے سے بچایا۔مدیحہ منہ کے بل نیچے کی طرف جھکی تھی اس نے اپنے پیٹ پہ موجود اس کے ہاتھ کو تھاما۔وہ اس لمس کو پہچانتی تھی۔سیدھی ہونے کے بجائے وہ یونہی جھکی کھڑی رہی۔

اس نے اس ہاتھ پہ اپنا ہاتھ مضبوطی سے جمایا پھر کلائی سے پکڑ اس ہاتھ کو اپنے چہرے کے سامنے کیا۔وہ غور سے اس ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔

"بتایا نہیں کہ پامسٹ بھی ہیں آپ۔"وہ اسے مسلسل اپنے ہاتھوں کو گھورتا ہوا دیکھ کر بولا۔

مدیحہ نے نظریں اب بھی نہیں ہٹائی۔

www.novelsclubb.com

"جس دن میں پہلی دفعہ گری تھی تم نے مجھے گرنے سے بچایا تب تم نے میرا بازو تھاما تھا۔کئی دفعہ بازو ہی پکڑا۔ایک دفعہ تم نے غلطی سے میری کمر پکڑی تھی اور میں فریز ہو گئی تھی۔اس دن ہم گرے تو میں جان بوجھ کر نہیں اٹھی تھی۔مجھے بچانے کے لیے ہی سہی مگر تم نے پھر

مجھے ہاتھ لگایا تھا۔اس وقت بھی میں فریز ہو گئی تھی۔"کبیر نے اپنا ہاتھ پیچھے کرنا چاہا مگر اس کی گرفت مضبوط تھی۔

"جانتے ہو کیوں؟ کیونکہ تمہارے ہاتھ کبیر۔تمہارے ہاتھ مجھے بار بار یہ بتاتے ہیں کہ تم جو اصل میں دکھتے ہو،وہ ہو نہیں۔"

"کیا کہنا چاہ رہی ہیں آپ؟"اس کی پیشانی پہ بل نمودار ہوئے۔کون سا سستا نشہ کرتی ہے یہ لڑکی۔

"اتنا تو میں نے دیکھا ہی ہے کہ تمہاری ناک بھی بہہ جائے تو ٹشو دینے والے بھی کم از کم دس ہاتھ ہوتے ہیں پھر تمہارے ہاتھ اتنے کھردرے کیوں ہیں؟ایسے ہاتھ امیر زادوں کے نہیں ہوتے۔ایسے ہاتھ ہوتے ہیں تپتی دھوپ میں کام کرنے والے مزدوروں کے۔کھیتوں میں ہل چلانے والے کسانوں کے۔مشقت کرنے والے ایک محنتی آدمی کے یا پھر جنگوں میں ہتھیار اٹھانے والے جوانوں کے۔"وہ ایک اسٹیپ اتر کر اس کے سامنے رکی۔اس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں کوئی تاثر نہیں تھا۔

"تم منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوئے ہو۔کسان،مزدور، مستری کچھ نہیں ہو تم پھر آخر میں کیا بچا؟تم اصل میں کون ہو کبیر مراد؟"کبیر نے تھوک نگلا۔یہ عورت اتنی شاطر دماغ کی کیسے ہو سکتی تھی؟

"میں وہی ہوں جو نظر آتا ہوں۔کالج ٹائم میں خود سے کما کر فیس بھرتا تھا۔تب کی ہے میں نے مشقت۔آپ کی انکوائری ختم ہو گئی ہو تو میں اوپر جا کر کام کروں؟"وہ بگڑے تاثرات لیے بولا۔

"کیفے اور لائبریری میں اتنی مشقت کب سے کروائی جانے لگیں کہ ہاتھوں میں بڑے بڑے کٹس آجائیں؟جلد جل جائے؟چھالے نکل آئیں۔ایک امیر باپ کی اولاد کب سے قومی ترانے پر اپنے قدم روکنے لگا؟وہاں ملک کی خدمت کرنے والے بھی مزے سے اپنے کاموں میں لگے تھے۔تمہارے گارڈز اپنا کام کر رہے تھے مگر نامحسوس انداز میں تم رک گئے۔تم نے قومی ترانے کو عزت دی۔اتنے محب وطن تم کیسے ہو سکتے ہو؟"

www.novelsclubb.com

"یہ کسی فلاپ رائٹر کی فلاپ تخیل سنانا بند کریں۔آپ ہوش میں بھی ہیں؟کچھ بھی اٹھا کر کہیں بھی جوڑ رہی ہیں۔" مدیحہ نے شانے اچکا دیے۔کبیر نے گہری سانس خارج کی۔

"آپ کو جو سمجھنا ہے سمجھ لیں۔یا پھر خود ہی پیچھے لگ جائیں مجھ سے کیوں سوال کر رہی ہیں؟" مدیحہ کچھ نہ بولی تو وہ اوپر جانے لگا۔ابھی وہ آخری زینے پہ تھا جب اس کی ہنسی سنائی دی۔

"میں جانتی ہوں تم کون ہو۔" وہ اندھیرے میں کھڑی تھی۔قدم قدم چل کر روشنی میں آئی۔

"تم کون ہو کبیر مراد؟" وہ رکی۔وہ بھی رک گیا۔دونوں ایک دوسرے کے عین سامنے کھڑے تھے۔یہ سوال ہر گز نہیں تھا۔

"مجھ سے پوچھنے کے بجائے خود پتا لگا لیں۔"

"میں پتا لگا چکی ہوں۔تمہارے ساتھ کام کرنے سے پہلے ایک پوری انکوائری کی تھی میں نے۔تمہیں کیا لگا تم سے متاثر ہو کر میں نے تمہیں اپنی ٹیم میں چن لیا؟میں نے ہاں اس لیے کہا تاکہ میں تمہارے ہر قدم پہ اپنی نظر رکھ سکوں۔تمہارے سارے کوراپ کو دیکھ سکوں۔میں ایک

www.novelsclubb.com

ایک لفظ جانتی ہوں تمہارے متعلق۔ تم خود اعتراف کرو گے یا میں سب کو سچ بتادوں؟" کبیر کی کنپٹی کی رگیں تن گئیں۔ وہ ایک قدم اس کے قریب آیا پھر بہت نرمی سے بولا۔

"جو کرنا چاہتی ہیں کریں۔ میں کسی کے باپ سے نہیں ڈرتا۔" وہ اتنا کہہ کر سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ مدیحہ اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔

"ڈرتی تو میں بھی کسی کے باپ سے نہیں، کبیر مراد۔ کب کون سا پتہ پھینکنا ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ وکٹم تو خیر تم بھی نہیں ہو۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ستمبر کی آخری تاریخ تھی۔ ہوائیں سرد ہو چکی تھیں۔ لوگ اپنے بستروں میں گھسے سو رہے تھے۔ کچھ ناکام عاشق محبوب کے ہجر میں اب بھی جاگ رہے تھے۔ کچھ نئے عشق میں ڈوبے ایک دوسرے کو ان کہی کہانیاں سنا رہے تھے۔ رات اپنے پر پھیلائے خاموشی سے بس اس ایک منظر کو دیکھ رہی تھی۔ وقفے وقفے سے آسمان پہ بجلی چمک رہی تھی۔ دہلی کا یہ حصہ سنسان تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ ایک معنی خیز خاموشی۔ اس گھپ اندھیرے میں کوئی جینز کی جیبوں

میں ہاتھ ڈالے پر سکون انداز میں اپنے قدم اٹھا رہا تھا۔اندھیرا اتنا تھا کہ اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔اس نے سر پہ ہڈ ڈال رکھی تھی۔اس آدمی نے لبوں میں دبا سگریٹ سلگایا تو اس کا چہرہ واضح ہوا۔

گہری سحر انگیز بھوری آنکھیں،پیشانی پہ بکھرے بال.... وہ کبیر مراد تھا۔سگریٹ کا دھواں اڑاتا وہ اپنے ازلی لاپرواہ انداز میں چل رہا تھا۔سارے میں بس اس کی گہری سانسوں کی آواز آ رہی تھی۔دفعتاً کسی گلی سے کچھ کتے بھونکتے ہوئے اس کی طرف بڑھنے لگے۔وہ رکا۔جھنجھلایا۔ارد گرد دیکھا۔

چمکتی آنکھوں والے سیاہ کتے اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔کبیر نے جینز میں اڑسی گن نکالی۔فضا میں تین فائر کی آواز گونجی۔کتوں کے چیخنے کی آوازیں آئیں پھر خاموشی چھا گئی۔اس نے اطراف میں دیکھا۔کتے بھاگ چکے تھے۔اس نے فائر پاس پڑے کنٹینر پہ کیے تھے۔

www.novelsclubb.com

اب وہ دوبارہ اسی طرح چلنے لگا۔ مطلوبہ گھر ملنے پر وہ ٹھہر گیا۔ سفید پھولوں سے ڈھکا بنگلہ اس کے سامنے تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مدیحہ فاروق اپنے بیڈ پہ لیٹی گہری نیند میں تھی۔ کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔ کھڑکی سے چھن کر آتی روشنی میں اس کا چہرہ واضح تھا۔ اس نے سلک کا نائٹ سوٹ پہن رکھا تھا۔ گیلے بال بیڈ پہ پھیلے تھے۔ لب سختی سے بھینچے وہ زکام زدہ سی سانس لے رہی تھی۔ کچھ لٹیں سرک کر چہرے کو چھو رہی تھیں، اور ایک بازو سر کے نیچے تھا۔

کھڑکی پہ اچانک ہی ایک سایہ سا نظر آیا۔ وہ سایہ اب قدم قدم چل کر کمرے کے اندر جاتے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ لاک تھا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی چابی کی مدد سے لاک کھولا۔ دروازہ ایک آواز کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔ یقیناً وہ اس کا استعمال کم کیا کرتی تھی۔ وہ چلتے ہوئے مدیحہ کے عین سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کی جسامت بتا رہی تھی کہ وہ ایک مرد تھا۔

لمبے قد اور چوڑے کندھوں والا مرد۔ کیا تمہیں کوئی یاد آیا؟

وہ مرد اندھیرے میں کھڑا مدیحہ فاروق کے سوئے وجود کو دیکھ رہا تھا۔اس کے گال بھیگے تھے۔ اس مرد نے تاسف سے دیکھا۔وہ جھکنے لگا تھا مگر رک گیا۔سامنے سے آتی روشنی اس کے چہرے پہ پڑنے کا خدشہ تھا۔اس نے دو انگلیوں سے مدیحہ کی پلکوں پہ لپٹے آنسوؤں کو چھوا پھر دونوں انگلیوں کو زبان پہ رکھا۔نمکین ذائقہ سارے منہ میں گھل گیا۔

"کیا حال کر لیتی ہو اپنا۔"اس نے دھیرے سے سرگوشی کی۔مدیحہ غالباً پلز لے کر سوئی تھی۔ وہ کافی گہری نیند میں تھی۔ایسی نیند وہ پلز لینے بعد ہی سوتی تھی۔

"اس روز میرے لیے حیرت سے مر جانے کا مقام ہوتا اگر تم مجھے نہ پہچانتی۔"وہ یہ کہتے ہوئے بیڈ پہ روشنی کی طرف پشت کر کے بیٹھ گیا۔اب اس کی کالی ٹی شرٹ میں لپٹی پشت نظر آ رہی تھی۔مدیحہ نے کروٹ بدلی۔اب وہ سیلنگ کی طرف چہرے کیے بالکل سیدھ میں سو رہی تھی۔وہ مرد ہلکا سا ہنس دیا۔

وہ مسلسل مدیحہ کے بالوں میں اپنی انگلیاں پھیر رہا تھا۔اس نے اس کے گالوں پر اپنا انگوٹھا پھیرا۔نرم ملائم جلد اسے سکون دے رہی تھی۔اور اگر ہم غور سے دیکھیں تو اس نے اپنی

www.novelsclubb.com

تیسری انگلی میں ایک چاندی کا چھلا پہنا تھا۔چند لمحے وہ یوں ہی اسے دیکھتا رہا، آگے بڑھ کر اس کے بال چومے پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

نیند میں بے چینی سے پہلو بدلتی مدیحہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔اسے اپنے آس پاس کسی کے موجودگی کا احساس ہوا۔اس نے اپنے علاوہ کسی اور کی سانسوں کی آواز بھی سنی تھی۔

ہاتھ مار کر لائیٹ آن کی تو سارے کمرے میں سناٹا پایا۔اس نے اٹھ کر ہر طرف دیکھا کوئی نظر نہیں آیا۔وہ بھاگ کر ٹیرس پہ گئی۔دور بل کھاتی سڑک پر کوئی سیاہ کپڑوں میں ملبوس دیوار پہ ہاتھ پھیرتا چل رہا تھا۔مدیحہ فاروق کی سانس لمحے بھر کے لیے رکی۔

"میرے گھر میں کوئی گھس آیا ہے۔"اس نے کانپتی انگلیوں سے میسج بھیجا۔

"میں ہی تھا وہ۔"

"میں مزاق نہیں کر رہی ہوں۔"

"میں بھی نہیں کر رہا۔"دور جاتا ہوا شخص رک کر گردن جھکائے دیکھ رہا تھا۔کیا اس کے ہاتھ میں موبائل تھا؟کیا وہ میسج ٹائپ کر رہا تھا؟مدیحہ فاروق کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر نیچے

گرا۔اس کے موبائل پہ کال آنے لگی تھی۔دور سڑک پہ موجود وہ مرد کان سے موبائل لگا کر کھڑا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے۔

(باقی آئندہ ماہ انشاءاللہ)

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: